أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یاد رکھو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے

علمائے کرام، خطباء، طلباء، مبلغین اور دعاۃ کیلئے تحفہ

جدید اڈیشن

سلسلہ خطبات، دروس و محاضرات

خطباتِ ارشدی

جلد دوم

ڈاکٹر حافظ ارشد بشیر عمری مدنی حفظہ اللہ

1) رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اپنانے کا ایک بہترین موقع۔

2) مومن کے لئے نماز سانس سے بھی زیادہ اہم۔

3) دعاؤں میں ہونے والی دس غلطیاں۔

4) میڈیا اور ٹکنالوجی کے دور میں بچوں کی اسلامی تربیت کے دس رہنما اصول۔

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

حُقوقُ الطّبع محفوظة
©Copyright Reserved

سلسلہ خطبات، دروس ومحاضرات

خطباتِ راشدی

جلد دوم

Volume -2

Shaik Dr. Arshad Basheer Umari Madani

Waffaqahullah

Hafiz, Aalim, Fazil (Madina University, K.S.A), M.B.A.;
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyderabad, TS, INDIA.
+91 92906 21633 (WhatsApp only)
www.abmqurannotes.com I www.askislampedia.com I www.askmadani.com

ASKISLAMPEDIA
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

فہرس – خطبات ارشدی (جلد دوم)

شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	(1) رمضان المبارک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اپنانے کا ایک بہترین موقع	
1	تمہید	1
2	ہماری نجات مکمل اسلام کو اپنانے میں ہے	3
3	دینِ اسلام میں اخلاق کی اہمیت	4
4	حسنِ اخلاق کے چند واقعات	6
5	پہلا واقعہ: نزولِ وحی کا واقعہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی کے کلمات	6
6	پہلی صفت: صلہ رحمی کرنا	11
7	دوسری صفت: سچ بولنا	13
8	تیسری صفت: کمزوروں کا سہارا بننا	14
9	چوتھی صفت: غریبوں کی مدد کرنا	15
10	پانچویں صفت: مہمان نوازی کرنا	16
11	چھٹی صفت: حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرنا	17
12	دوسرا واقعہ: طائف میں پتھروں کی بارش	17

13	طائف کے واقعہ کے تین (3) اسباق	20
14	پہلا سبق: معاف کرنا	20
15	دوسرا سبق: صبر و تحمل سے کام لینا	21
16	تیسرا سبق: سامنے والے کا خیال کرنا	22
17	تیسرا واقعہ: جنگِ احد میں آپ ﷺ کا زخمی ہونا	23
18	چوتھا واقعہ: طفیل بن عمرو الدوسی کا قبولِ اسلام	25
19	پانچواں واقعہ: صلح حدیبیہ	27
20	صلح حدیبیہ کا پہلا سبق: صلح پسندی	28
21	صلح حدیبیہ کا دوسرا سبق: اگریمنٹ agreement کی قدر	28
22	چھٹا واقعہ: فتحِ مکہ کے وقت جانی دشمنوں کو معاف کرنا	30
23	خلاصۂ کلام	31

(2) مومن کے لئے نماز سانس سے بھی زیادہ اہم

24	تمہید	33
25	مومن اور مسلم میں فرق	34
26	اہل ایمان نماز کی حفاظت کرتے ہیں	35
27	لفظ "صلاۃ" کے معانی	38
28	پہلا معنی: دعا	38
29	دوسرا معنی: عبادت	39

AskIslamPedia
Free Online Islamic Encyclopedia

30	تیسرا معنی: تعریف	39
31	چوتھا معنی: دوسرا درجہ	41
32	پانچواں معنی: صلوین	41
33	چھٹا معنی: کسی چیز کو آگ میں تپانا	41
34	نماز کے فوائد	42
35	پہلا فائدہ: نماز سکونِ قلب کا باعث ہے	42
36	دوسرا فائدہ: نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے	43
37	تیسرا فائدہ: نماز سے اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے	43
38	چوتھا فائدہ: اللہ تعالی خلافت عطا کریں گے	43
39	پانچواں فائدہ؛ نمازی حالت نماز میں اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے	45
40	چھٹا فائدہ؛ نمازی اللہ کے ذمے ہوتا ہے	45
41	نمازی اور بے نمازی قرآن وحدیث کی روشنی میں	46
42	اللہ کا حکم نہ ماننے والوں کا انجام قرآنی واقعات کی روشنی میں:	51
43	عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی حالت	54
44	تارکِ نماز کے لئے وعیدیں	55
45	پہلی وعید: شیطان کا کان میں پیشاب کرنا	55
46	دوسری وعید: کاہلی اور سستی کا شکار ہونا	56

47	تیسری وعید: پتھر سے سر کا کچلنا	57
48	چوتھی وعید: بے نمازی کے لئے ویل ہوگی	57
49	کیا جو ایک وقت کی نماز چھوڑ دے وہ کافر ہے؟	59

(3) دعاؤں میں ہونے والی دس غلطیاں

50	تمہید	61
51	1) دعا میں شرکیہ الفاظ کا استعمال	63
52	2) دعاؤں میں بدعات	72
53	3) اکلِ حرام	75
54	4) گناہوں کی کثرت	76
55	5) تکبر کے ساتھ دعا کرنا	79
56	6) دعا میں بے یقینی اور شک کی کیفیت	82
57	7) دعا کی شرائط کا خیال نہ رکھنا	85
58	دُعا خالص اللہ سے مانگی جائے	85
59	دُعا ہدایاتِ نبوی ﷺ کے مطابق مانگنی چاہیئے	85
60	اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دُعا مانگنی چاہیئے	86
61	دعا پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ:	86
62	دُعا غافل دل سے نہیں مانگنی چاہیئے	86
63	8) دعائیں کرنے والے کا درجِ نیکیاں نہ کرنا	87
64	1: توبہ و استغفار	87

65	2:شکر	88
66	10,9)دُعا کے آداب کا لحاظ نہ کرنا	88
67	ہاتھ اٹھا کر دعا کریں	88
68	دعا میں اللہ تعالی کی تعریف بیان کریں	89
69	دعا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی بھیجیں	90
70	دُعا کرتے وقت "استغفر اللہ" کثرت سے پڑھیں	91

(4)میڈیا اور ٹیکنالوجی کے دور میں بچوں کی اسلامی تربیت کے دس رہنما اصول

71	عناصرِ خطبہ:	95
72	تمہید	95
73	1۔پہلا اصول: کثرت سے دعاء کرنا	95
74	2۔دوسرا اصول:تربیت کے تین Golden rules	102
75	3۔تیسرا اصول:تربیت کے adjective کو ذہن میں رکھیں	105
76	4۔چوتھا اصول:اندازِ تربیت حکیمانہ ہو نہ کہ جابرانہ	106
77	5۔پانچواں اصول:بشیرا ونذیرا	109
78	6۔چھٹا اصول:مجادلہ کی تعلیم۔	110
79	7۔ساتواں اصول:فکری Intellectual تربیت	112
80	8۔آٹھواں اصول:تقوی بالعلم	114
81	9۔نواں اصول:کمسن ضدی بچوں کو سمجھانا	115

82 10۔ دسواں اصول: بڑی عمر کے ضدی بچوں کو سمجھانا 116

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

رمضان المبارک

نبی کریم ﷺ کے اخلاق اپنانے کا ایک بہترین موقع

التمهيد

میں سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالی اور پھر I PLUS TV کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے ایک عظیم کام " اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے " مدعو کیا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

"وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ"

ترجمہ:"اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب یقینا بہت سخت ہے۔"

(سورۃ ابراہیم:14/7)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ" .

ترجمہ:"جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا

(الراوی:النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ,المحدث:الالبانی المصدر: صحیح الجامع رقم

ASK ISLAM PEDIA
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

الحدیث:3014 خلاصۃ حکم الحدیث: حسن)

آج میں جس عنوان پر آپ کے سامنے گفتگو کرنے جارہاہوں وہ ہے "رمضان المبارک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اپنانے کاایک بہترین موقع۔"

میں آپ کے سامنے نبی کریم ﷺ کے چھ واقعات سناؤں گاجن میں اخلاقیات کے کئی اسباق ہیں ۔اس سے پہلے کہ میں اپنے موضوع کوبیان کروں میں ہمارے یہاں حاضر ہونے کے مقصد کی وضاحت کرنامناسب سمجھتاہوں۔

کسی انسان کوپتہ نہیں کہ موت کب آکر اسے گلے لگالے۔جب موت کاوقت آئے گاتوانسان کونیکیاں کرنے،اللہ کی راہ میں خرچ کرنے،توبہ کرنے کے لئے ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں ملے گی جیساکہ اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:

"وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿﴾ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ"

ترجمہ:"اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھاہے اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں [10] اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتاہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے۔"

(سورۃ المنافقون:11-10/63)

اسی طرح دنیا میں استعمال کیا گیا مال ہمیں کچھ کام نہیں آئے گا لیکن اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا مال آخرت میں ضرور کام آئے گا۔ ایک آدمی اگر وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف ہجرت کرتا ہے تو وہ اپنا سارا سامان دوسرے شہر کو لے جائے گا تاکہ اسے وہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح ہمیں اس عالم سے دوسرے عالم کو جانا ہے۔ ہم اس عالم میں دوسرے عالم کے لئے اتنا مال خرچ کریں ہمیں دوسرے عالم میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

یہ بیانات ریمینڈر reminder کی حیثیت رکھتے ہیں ان سے انسان کو نیکیوں میں آگے بڑھنے، برائیوں سے بچنے توبہ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ ہم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس میں لانے کی کوشش کریں۔ اور ہم دینی مجلسوں میں اس تصور سے بیٹھیں کہ شاید یہ ہمارے آخری لمحے ہوں لہذا میں اچھے کام کروں اور برائیوں سے بچوں اور اپنے آپ میں تبدیلی پیدا کروں۔

ہماری نجات مکمل اسلام کو اپنانے میں ہے :

رمضان المبارک کا حسن اخلاق سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ہمارے عقائد اور عبادات کی درستگی ہماری مکمل نجات کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہمیں اچھے اخلاق کو بھی اپنانا ضروری ہے۔ ہمیں مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ"

ترجمہ:"ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی

تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

(سورۃ البقرۃ:2/208)

لہذا رمضان المبارک میں ہم جس طرح اپنے عقیدے کی، عبادتوں کی اور اپنے معاملات کی اصلاح کرتے ہیں اسی طرح اپنے آپ کو اخلاق عالیہ سے مزین کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر کسی مسلمان سے کوئی غلط کام سرزد ہوتا ہے تو غیر مسلم حضرات یہ نہیں کہتے کہ مسلمان نے برا کیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اسلام برا مذہب ہے۔ اسی لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے عقیدے کو شرک سے، اپنی عبادت کو بدعت سے، اپنے معاملات کو حرام سے اور اپنے اخلاق کو برے اخلاق سے پاک کریں۔

دینِ اسلام میں اخلاق کی اہمیت:

حسن اخلاق ایک بہت بڑی طاقت ہے قوموں کا عروج وزوال، کامیابی وکامرانی اخلاق ہی پر منحصر ہے، مسلمان جب تک حسنِ اخلاق کے پیکر بنے رہے کامیابی وکامرانی ان کے قدم چومتی رہی اور جب کبھی بد اخلاقی کا شکار ہوئے ذلت ورسوائی کے گہری کھائی میں گر گئے۔ بقول حفیظ میرٹھی رحمہ اللہ:

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

حسن اخلاق کی قرآن اور حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلاَقًا»

ترجمہ: "تم میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو اخلاقی اعتبار سے اچھا ہے"

(الراوی: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح البخاری، رقم الحدیث:3559 و صحیح مسلم:2321)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ"

ترجمہ: "قیامت کے دن میزان میں وزندار جو رکھی جائے گی وہ انسان کے حسنِ اخلاق ہونگے اور بیشک حسنِ اخلاق والا انسان صاحب صوم وصلاۃ کا مقام پاتا ہے۔"

(الراوی: ابو الدرداء رضی اللہ عنہ المحدث: الترمذی المصدر: سنن الترمذی رقم الحدیث: 2003 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

قیامت کے دن جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا وہ کامیاب ہو گا اور وہ ہمیشگی کی نعمتوں والی جنت میں رہے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (٦) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (٧) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (٨) فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (٩)"

ترجمہ: "پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے [6] وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہو گا [7] اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے [8] اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔"

(سورۃ القارعۃ:9-6/101)

حسنِ اخلاق کے چند واقعات

پہلا واقعہ: نزولِ وحی کا واقعہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی کے کلمات:

پہلا واقعہ جو میں آپ کے سامنے پیش کرنے جارہا ہوں رمضان المبارک سے اس کا بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ یہ رمضان المبارک میں پیش آیا ہوا واقعہ ہے جس کے اندر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے چھ بڑے اخلاق کا ذکر آیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں:

"كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةَ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، فَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ أُولَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ، وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ، فَقَالَ : اقْرَأْ، قَالَ : " مَا أَنَا بِقَارِئٍ " . قَالَ : " فَأَخَذَنِي،فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي " . فَقَالَ : اقْرَأْ. قَالَ : " قُلْتُ : مَا أَنَا بِقَارِئٍ " . قَالَ : " فَأَخَذَنِي، فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي " . فَقَالَ : اقْرَأْ. فَقُلْتُ : " مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي، فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي " . فَقَالَ : ﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

الَّذِي خَلَقَ ﴾ ﴿ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴾ ﴿ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴾ ﴿ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾ ﴿ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾، فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ، فَقَالَ : " زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي "، فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ، ثُمَّ قَالَ لِخَدِيجَةَ : " أَيْ خَدِيجَةُ، مَا لِي "، وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ. قَالَ : " لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي " . قَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ : كَلَّا أَبْشِرْ، فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، وَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى، وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ، وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ : أَيْ عَمِّ، اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ. قَالَ وَرَقَةُ بْنُ نَوْفَلٍ : يَا ابْنَ أَخِي، مَاذَا تَرَى ؟ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَآهُ. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ : هَذَاالنَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا ، يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

: " أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ ؟ " قَالَ وَرَقَةُ : نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا، ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ" .

ترجمہ:"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی پسند ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی وذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جاکر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق منکشف ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس

نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھادو، مجھے کمبل اڑھادو۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمبل اڑھادیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب

اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجیئے وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دار فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق وامین ومقبول ہوں) ورقہ بولے ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔"

(الراوی: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا، الحدیث: البخاری، المصدر: الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 3)

دیکھئے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا، نبی کریم ﷺ کو کتنی بہترین تسلی دے رہے ہیں، اچھا دوست وہ ہوتا ہے جو برے وقت پر کام آتا ہے۔ اچھا دوست وہ نہیں ہوتا جو آپ کو مشکلات میں دیکھ کر آپ کا مذاق اڑائے یا آپ کی تکلیف کا مس یوز کرے۔

اگر آج کے زمانے کی بیوی ہوتی تو کہتی کہ میں نے آپ کو پہاڑ پر جانے سے منع کیا تھا آپ کیوں پہاڑ پر گئے؟ لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پورے کانفڈنس confidence کے ساتھ آپ ﷺ کو سمجھا رہی ہیں کہ اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ کے اندر چھ بہترین صفات ہیں:

پہلی صفت: صلہ رحمی کرنا:

رشتہ داروں کے ساتھ جڑ کر رہنا، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، ان کی مدد کرنا، ہمارا فرض ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا"

ترجمہ: "اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو۔"

(سورۃ الاسراء: 17/26)

اصل صلہ رحمی یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ ، وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا " .

ترجمہ: "کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی کی جائے تو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔"

(الراوی: عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المحدث: البخاری المصدر : الجامع الصحیح رقم الحدیث: 5991)

عظیم انسان وہ ہے جو چھوٹی باتوں پر الجھے بغیر گولوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرتا ہے۔ آج لوگ ڈائیلاگ dialogue مارتے ہیں اگر تم اچھے رہے تو میں بھی اچھا رہوں گا اگر تم بگڑ گئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ یہ غلط ڈائیلاگ dialogue ہے ۔ یہ امت مسلمہ آرڈنری ordinary نہیں بلکہ ایکسٹرا آرڈنری extra ordinary امت ہے۔ ہمیں وہ چیزیں اور وہ اخلاق زیب نہیں دیتیں جو ڈائیلاگ dialogue میں سیکھائی جاتی ہیں بلکہ ہم اپنے اندر وہ ڈیئلاگ فٹ کریں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہمیں ملتے ہیں۔

آپ اپنی زندگی کا جائزہ لیجئے اور اپنے ڈائیریوں dairy سے جن ناموں کو آپ نے ڈیلیٹ delete کر دیا ان کا نام دوبارہ اپنی ڈائریوں میں لکھ لیں۔ اور جنہوں نے آپکو فون نہیں کیا فورا فون کریں اور ان سے کہیں کہ میں نے تمہیں اللہ کے لئے معاف کر دیا

اور میرے دل میں آپ کے تعلق سے کوئی غبار نہیں ہے۔ آپ ﷺ زندگی میں کبھی کسی سے اپنی ذاتی مسئلہ پر ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن آج ہم جو دوسروں سے قطع تعلق کرتے ہیں وہ ذاتی مسائل کی وجہ سے کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ہمیں شادی کی دعوت نہیں دیا تو ناراض ہو جاتے ہیں۔

اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے شادی کی لیکن آپ ﷺ کو پتہ نہیں تھا۔ جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو کہا:

«أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ»

ترجمہ:"ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ذریعہ ہی سہی۔"

(الراوی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ المحدث: البخاری المصدر: الجامع الصحیح رقم الحدیث: 5072)

ضرورت اس بات کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر غور کر کے رمضان المبارک میں اپنے آپ کو چیلنج کر لیں۔

دوسری صفت: سچ بولنا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی جس دوسری صفت کا ذکر کیا وہ سچ بولنا ہے ۔ سچائی میں نجات ہے سچائی میں کامیابی ہے۔ مومن کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں جھوٹ کا تصور ہی نہیں تھا، اسی لئے محدثین سارے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا"الصحابۃ کلھم عدول"یعنی"سارے صحابہ سچے اور انصاف پسند ہیں"۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:"جب تک میں عجمیوں سے نہیں ملا تب تک مجھے پتہ نہیں چلا کہ جھوٹ ہوتا کیا ہے۔"

لیکن آج جھوٹ ایک فیشن fashion بن گیا ہے جو جتنا زیادہ جھوٹ بولتا ہے لوگ اسے اتنا ہی چالاک سمجھتے ہیں۔ آج ہمارے کاروبار کی بنیاد جھوٹ پر قائم ہے، ہماری شادیوں کی بنیاد جھوٹ پر ہے، ہمارے جاب کی بنیاد جھوٹ پر ہے اور ہم بڑی بے شرمی کے ساتھ کہتے ہیں کہ جھوٹ نہیں بولیں گے تو کاروبار نہیں چلے گا، بچے کی شادی نہیں ہوگی وغیرہ۔ جبکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (٧٠) يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا(٧١)إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (٧٢)"

ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو[70] تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔"(سورۃ الاحزاب:70-71/33)

تیسری صفت: کمزوروں کا سہارا بننا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا آپ ﷺ کی تیسری صفت یہ بتاتی ہیں کہ آپ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے تھے، دوسروں کی مدد کرتے تھے۔ لیکن آج ہمارا معاملہ بالکل اس کے مخالف ہے آج ہم دوسروں پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر ہم خوش ہوتے ہیں ہمارے اندر مدد کا جذبہ ختم ہو چکا ہے جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا ؛ نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ ؛ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا ؛ سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ واللہ في عون العبد مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ.

ترجمہ:"حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی کسی مومن کی دنیوی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف کو دور کرتا ہے، جو کسی تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا کرتا ہے اور جو کسی مسلمان کے عیب کو چھپاتا ہے اللہ تعالی دنیا و آخرت میں اس کے عیبوں کو چھپاتا ہے اللہ تعالی اپنے بندے کی مدد کرتا ہے، جب تک یہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے۔"

(الراوی: ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ المحدث: مسلم المصدر: صحیح مسلم رقم، الحدیث

(6853:

آپ ضرورت مندوں کی مدد کیجئے اس سے اللہ تعالی کی مدد حاصل ہوتی ہے مثلا اگر آپ کسی کی دس ہزار روپیوں کی مدد کریں گے تو اللہ تعالی اس کے بدلے ایک کروڑ پروجیکٹ یprojectاکسی کیسcaseمیں پڑی زمین کا مسئلہ حل کردے گا۔

چوتھی صفت: غریبوں کی مدد کرنا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی چوتھی صفت یہ بیان کرتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیشہ غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی غریبوں کی مدد کریں جو نہیں کمانے والا ہے اس کو کمانے کے لائق بنائیں مثلا اگر آپ کسی نوجوان کو دیکھتے ہیں کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا رہا ہے تو آپ اسے کوئی اچھا ہنر سکھادیں یا کوئی اچھا کورس کروائیں۔ کیونکہ اگر کوئی آپ سے مچھلی مانگے اگر آپ اسے مچھلی دینے کے بجائے مچھلی پکڑنے کا ہنر سکھادیں گے تو وہ دوبارہ آپ کے پاس نہیں آئے گا بلکہ وہ کسی اور کو بھی مچھلی پکڑنا سیکھائے گا۔ اس قوم کے اندر صلاحیت اور ہنر مندی بڑھے گی۔

لیکن آج ہمارا معاملہ تو بالکل اس کے مخالف ہے اگر ہم کسی کو ترقی کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو ہم اس کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دوسروں کی تکلیف دور کرکے انہیں آگے بڑھانے کی کوشش کئے اور انہیں اپنے قدموں پر کھڑا ہونا سکھایا۔

پانچویں صفت: مہمان نوازی کرنا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا نے آپ ﷺ کی پانچویں خوبی یہ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ مہمانوں کی خوب خاطر داری کرتے تھے۔ کوئی مہمان آپ کے پاس سے بھوکا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آج ہم مہمان کی آمد پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہم مہمان کو بوجھ نہ سمجھیں پوری خوشدلی کے ساتھ اس کی خاطر تواضع کریں تاکہ مہمان اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کرے کیونکہ اللہ تعالی ہمارے دستر خوان کے ذریعہ اسے کھلارہاہے۔

چھٹی صفت: حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرنا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا نے آپ کی چھٹی صفت یہ بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے تھے یعنی حق کی خاطر اگر کسی کو کوئی مدد کی ضرورت پیش آتی تو آپ ﷺ صدقہ وخیرات وغیرہ کے ذریعہ اس کی مدد کرتے تھے۔ اس طرح کی مدد کو ایمرجنسی emergency صدقہ کہتے ہیں یہ حصولِ جنت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ آج لوگ دوسروں کو دیکھ کر صدقہ کرتے ہیں کہ فلاں اتنے پیسے دیاہے میں بھی دوں گا اس طرح دوسروں کو دیکھ کر اسکو نیچے دکھانے مال خرچ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالی کے راہ میں اس نیت سے مال خرچ کیجئے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اس کے ذریعہ لوگوں کی مصیبت دور ہوگی ان شاء اللہ آپ کا یہ خرچ کرنا سودمند ثابت ہوگا۔

دوسرا واقعہ - طائف میں پتھروں کی بارش

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف کا قصد کرتے ہیں تا کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور وہاں کے اوباشوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر مارے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہو گئے اور آپ صلی اللہ وسلم کے جسم مبارک سے خون بہنے لگا۔ نبی کریم ﷺ جب طائف سے واپس جارہے تو پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ ﷺ کی حالت دیکھی نہیں گئ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں آپ ﷺ کے پاس اللہ کے حکم سے آیا اور آپ ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ اگر آپ چاہیں تو میں ان طائف والوں کو اخشبین یعنی دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ ؟ قَالَ : " لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ،

فَنَادَانِي فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ . فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ . فَقَالَ : ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ " . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا " .

ترجمہ:"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے زیادہ سخت گزرا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے مجھے بہت زیادہ تکلیف دی ہے لیکن ان میں عقبہ کا دن مجھ پر بہت زیادہ سخت تھا۔ یہ وہ موقعہ تھا جب میں نے طائف کے سردار کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا لیکن وہ میری بات کو نہیں مانا تو میں وہاں سے مایوس ہو کر قرن الثعالب پہنچا تو وہاں مجھے کچھ ہوش آیا اور میں سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے تھا جس میں جبرئیل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے اور جو انہوں نے رد کیا وہ بھی سن چکا ہے آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے آپ انکے بارے میں اسے جو چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، سلام کیا اور کہا اے محمد ﷺ اگر آپ چاہیں تو میں ان طائف والوں کو اخشبین یعنی دو پہاڑوں کے درمیان پیس

دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گی اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گی۔"

(الراوی:ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا المحدث: البخاری المصدر: الجامع الصحیح رقم الحدیث:3231)

طائف کے واقعہ کے تین (3) اسباق

طائف کے واقعہ سے ہمیں تین (3) اسباق ملتے ہیں:

پہلا سبق: معاف کرنا:

طائف والوں نے آپ ﷺ کو بہت تکلیف دی پتھر سے آپ کو لہولہان کر دیا لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے انہیں معاف کر دیا۔ یہ صفت ہمارے اندر بھی ہونی چاہئے۔ لیکن آج ہم اپنے سگے بھائی کو معاف نہیں کرتے ہیں، اپنے ماں باپ اور خاندان والوں کو معاف نہیں کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھے ایک بوڑھی عورت نے فون کر کے کہا بیٹا میرے بیٹے نے مجھے جیل میں ڈال دیا مجھے بہت تعجب ہوا۔ آج ہم اخلاقی طور پر اس قدر گر چکے ہیں ایک بیٹا اپنی ماں کو جیل میں ڈال رہا ہے۔ کیا ماں باپ نے پال پوس کر اس لیے بڑا کیا کہ انہیں جیل بھیج دیا جائے انہیں گالی دی جائے ان کے ساتھ نوکروں کی طرح سلوک کیا جائے۔ نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوانی دی ہے تاکہ ہم ماں باپ کی خدمت کریں ان کی دیکھ بھال کریں ان کے آرام کا خیال رکھیں ان کے کھانے اور دواء وغیرہ کا انتظام کریں بہر کیف ہمیں چاہئے کہ ہم دوسروں کو معاف کرنے کی عادت ڈالیں

۔ اگر ہم دوسروں کو معاف کریں گے تو وہ ہمارے جگری دوست بن جائیں گے جیسا اللہ تعالی نے فرمایا:

" وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَاالَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌكَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ"

ترجمہ:" اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔"

(سورۃ فصلت:34/41)

دوسرا سبق: صبر و تحمل سے کام لینا:

آپ ﷺ طائف والوں سے پتھر کھا کر فوراان پر بدعا نہیں کئے بلکہ صبر و تحمل سے کام لیا، اپنے غصہ پر کنٹرولcontrol کیا اور امید ظاہر کی کہ اگر یہ ایمان نہیں لائے تو انکی آنے والی نسل ایمان لائے گی ۔ محمد بن قاسم رحمہ اللہ کا تعلق طائف سے تھا انہوں ہندوستان کے اندر اسلام کی کافی نشرواشاعت کی اگر آپ ﷺ بدعا کئے ہوتے تو شاید آج ہم اسلام کی نعمت سے محروم رہتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہائی ویجنhigh visionپر کام کرتے تھے ۔لوگ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے لیکن آپ ﷺ ان کے لئے جنت کے خواہاں تھے۔ آج ہم اپنے اخلاق پر غور کریں اپنے اندر صبر کریں۔ اگر ہمارے اندر صبر نہیں رہا تو ہم دین کا کام بھی نہیں کر پائیں گے، تجارت نہیں کرپائیں گے ، آج ہماری

کمیٹیوں committee میں ، سینٹروں centers میں اور کمپنیوں company میں جھگڑے ہیں کیونکہ ہمارے اندر صبر نہیں ہے۔

صبر کے ذریعہ بڑے بڑے کام کئے جاسکتے ہیں، دنیا میں وہی آدمی کارنامے انجام دے سکتا ہے جس کے پاس صبر ہے اللہ تعالی نے سورۃ العصر میں فرمایا:

"وَالْعَصْرِ (١) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (٢) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣)"

ترجمہ: "زمانے کی قسم[1] بیشک (بالیقین) انسان سرتاسر نقصان میں ہے[2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی

(سورۃ العصر:3-1/103)

صبر رہیگا تو ایمان اور عمل سلامت رہے گا، اگر صبر نہیں رہیگا تو ایمان، عمل اور دین سب کچھ غارت ہو جائے گا۔

تیسرا سبق: سامنے والے کا خیال رکھنا:

طائف کے واقعہ سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اپنے سے زیادہ سامنے والے کا خیال رکھتے تھے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے جسم کا خون بہہ رہا ہے لیکن آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو پسند نہیں ہے کہ سامنے والے دشمن کے جسم سے خون بہے۔ لیکن آج ہمارا معاملہ بالکل اس کے مخالف ہے ہم سامنے والے سے زیادہ اپنا خیال کرتے ہیں۔ دعوت میں دیکھیں جہاں سب بھوکے ہوتے ہیں جیسے ہی میز پر کھانا آتا ہے سب اس کی طرف لپکتے ہیں اور سامنے والے

کا خیال کئے بغیر ساری بوٹیاں اپنے برتن میں ڈال لیتے ہیں۔ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

" وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ "

ترجمہ:"خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔"

(سورۃ الحشر:59/9)

تیسرا واقعہ؛ جنگِ احد میں آپ ﷺ کا زخمی ہونا:

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں 17 مرتبہ آپ ﷺ پر جان لیوا اٹیک ہوا، انہی میں سے ایک حملہ جنگ احد کا ہے. جنگ احد میں مشرکین نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ خالد بن ولید کے دوبارہ حملہ کی وجہ سے سارے مسلمان ادھر ادھر بکھر گئے آپ ﷺ کے پاس سات انصاری صحابہ تھے، وہ کافروں سے آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوگئے، اس کے بعد دو انصاری صحابہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص آپ ﷺ کا دفاع کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہوگیا، مشرکین نے آپ ﷺ پر کافی حملے کئے ایک مشرک عتبہ بن ابی وقاص آپ ﷺ کے سر پر پتھر دے مارا جس کی وجہ سے آپ ﷺ گر گئے، آپ ﷺ کا دانت ٹوٹ گیا، پیشانی اور چہرہ زخمی ہوگیا، آنکھ کے نچلی ہڈی میں خود کی کڑیاں دھنس گئیں، جیسا کہ ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ: " أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ المَاءَ، وَبِمَا دُووِيَ، قَالَ: كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَسْكُبُ المَاءَ بِالْمِجَنِّ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ المَاءَ لاَ يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً، أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ، فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ، وَجُرِحَ وَجْهُهُ، وَكُسِرَتِ البَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ "

ترجمہ:"حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سھل بن سعد سے سنا اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے زخم کے بارے میں پوچھ رہے تھے، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کس طرح اللہ کے رسول ﷺ کے زخم کو دھویا گیا اور کون پانی بہار ہا تھا۔ اور کس دوا کا استعمال کیا گیا، انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخموں کو دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈول سے پانی بہا رہے تھے، جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون نہیں تھم رہا ہے تو آپ نے حصیر کا ایک ٹکڑا جلایا اور زخم پر لگا دیا اور خون تھم گیا اور آج کے دن آپ ﷺ کا دانت ٹوٹ گیا اور چہرہ زخمی ہوا اور خود سر مبارک پر ٹوٹ گئی۔"

(الراوی: ابو حازم رضی اللہ عنہ المحدث : البخاری المصدر : الجامع الصحیح رقم الحدیث

(4075:

اس جنگ میں آپ ﷺ کے چہرے اور پیشانی پر کافی زخم آئے تھے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ ان کے لئے دعا کرتے ہیں:

«رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»

ترجمہ: "اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے یقیناوہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔"

(الراوی: عبداللہ رضی اللہ عنہ   المحدث: مسلم المصدر: صحیح مسلم)

یہ اسوہ نبوی ہمارے لیے میدانِ دعوت کا اہم ترین درس پیش کرتا ہے، اور وہ ہے مدعو کے ساتھ ہمدردی رکھنا اور ان کے لیے مسلسل ہدایت کی دعا کرتے رہنا جب کہ آج ہم غیر مسلموں کو ہدایت کی دعا دینے کے بجائے ان پر بد دعائیں کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک روایت میں ایک اور مرتبہ کا واقعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

"كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ : " رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فإنهم لا يعلمون "

ترجمہ: "گویا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ انبیاء میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ ان کی قوم نے انہیں مارا اور خون آلود کر دیا۔ لیکن وہ نبی خون صاف کرتے جاتے اور یہ دعا کرتے

:"اللهم اغفر لِقَوْمِي فإنهم لا يعلمون" کہ اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما۔ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

(الراوی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المحدث: البخاری المصدر: الجامع الصحیح رقم الحدیث:3477)

چوتھا واقعہ؛ طفیل بن عمرو الدوسی کا قبولِ اسلام

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی جب مکہ آئے تو مکے والوں نے ان سے کہا کہ آپ محمد ﷺ سے نہ ملیں کیونکہ وہ جادوگر ہے، وہ اپنے جادو کے ذریعہ آدمی کو اس کے باپ، بھائی، بیوی اور خاندان والوں سے دور کر دیتا ہے۔ یہ باتیں سن کر جب بھی وہ آپ ﷺ کے پاس سے گزرتے تو کانوں میں روئی رکھ لیتے تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے آپ کی تلاوتِ قرآن کی آواز نہ چاہتے ہوئے ان کے کانوں میں پڑی اس کے بعد انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں ایک عقلمند آدمی ہوں، شاعر ہوں، اچھے اور برے میں فرق کر سکتا ہوں، میں محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور ان کی بات سنوں گا، اگر اچھی رہی تو مانوں گا ورنہ رد کر دوں گا۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کے گھر گئے اور اپنے آنے کا مقصد بتائے تو آپ ﷺ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس جا رہے تھے تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایک درخوست کی، اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنے لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں گا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے آپ ﷺ نے اللہ تعالی سے دعا کی: "اللّٰھم اجعل لہ آیۃ" ترجمہ: "اے اللہ انہیں نشانی عطا فرما"۔ چنانچہ جب وہ اپنی

قوم کے پاس پہنچے تو ان کا چہرہ چراغ کی طرح روشن ہو گیا پھر انہوں نے دعا کی اے اللہ اس روشنی کو چہرے کے بجائے کہیں اور منتقل کر دے اس کے بعد وہ روشنی آپ کے کوڑے میں منتقل ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی والدین نے اسلام قبول کیا لیکن قوم نے آپ کی بات نہیں مانی۔ پھر حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! میری قوم والوں نے میری بات نہیں مانی آپ ان پر بد دعا کیجئے لیکن آپ ﷺ نے بد دعا کرنے کے بجائے انہیں دعا دی :" اللھم اھد دوسا" کہ اے اللہ تو دوس والوں کو ہدایت دے جیسا کہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ»"

ترجمہ:"حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قبیلہء دوس ہلاک ہوا اس نے نافرمانی کی اور انکار کیا آپ ﷺ اللہ سے ان کے لئے بدعا کیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں میرے یہاں لے آ۔"

(الروی : ابوبریرۃ رضی اللہ عنہ المحدث : البخاری المصدر : الجامع الصیح رقم الحدیث:4392)

پانچواں واقعہ؛ صلح حدیبیہ

سن ٦ ھ میں آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اور صحابہ کرام عمرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بات کی اطلاع صحابہ کرام کو دی اور عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہو گئے اور حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب مشرکین ِ مکہ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے مکہ آرہے ہیں تو انہوں ابتدا میں آپ کو روک لیا پھر بعد میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ایک صلح ہوئی اور اس صلح میں کئی باتیں مسلمانوں کے خلاف تھیں جیسے محمد رسول اللہ کو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھا گیا حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے لیکن پھر بھی کافروں نے انہیں مسلمانوں کے ساتھ جانے نہیں دیا۔ اس صلح سے صحابہ کرام بہت ناراض تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو کہا: اے اللہ کے رسول ہم حق پر ہونے کے باوجود کیوں ان سے دب کر صلح کر لیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا ضرور اللہ میری مدد کرے گا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

صلح حدیبیہ کا پہلا سبق: صلح پسندی:

آپ ﷺ کو جھگڑے کے بجائے صلح کرنا بہت پسند تھا۔ اسی لئے صلح حدیبیہ کے معاہدے میں بہت باتیں ناگوار ہونے کے باوجود آپ نے صلح کو ترجیح دی۔ آپ دور اندیش اور بہترین قائد تھے۔ اس صلح کے سبب صرف دو سال میں کافی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

صلح حدیبیہ کا دوسرا سبق: معاہدے اور agreement کی قدر:

صلح حدیبیہ کے معاہدے میں کئی باتیں مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس معاہدے کی قدر کی کیونکہ عہد نبھانا اور معاہدے پر باقی رہنا اللہ کا حکم ہے، مسلمان وعدہ وفا کرنے والا ہوتا ہے۔ آج مسلمانوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمان اپنے ملک ہندوستان کے وفادار نہیں ہیں جو کہ بالکل غلط ہے. ہم اپنے ملک کے قوانین اور اصولوں کی قدر کرتے ہیں اور ہمارا مذہب ہمارا دین ہم کو معاہدے پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ"

ترجمہ: "اے ایمان والو! عہد و پیماں پورے کرو، تمہارے لئے مویشی چوپائے حلال کئے گئے ہیں بجز ان کے جن کے نام پڑھ کر سنا دیئے جائیں گے مگر حالت احرام میں شکار کو حلال جاننے والے نہ بننا، یقیناً اللہ جو چاہے حکم کرتا ہے۔" (سورۃ المائدۃ: 1/ 5)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح صلح حدیبیہ میں معاہدے کو پورا کیا اسی طرح ہمیں بھی ملک سے کئے گئے معاہدے کو پورا کرنا ہوگا۔ اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان قانون کو توڑ کر دہشت گردی کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا معاملہ ہے اسلام اس سے مکمل طور پر بری ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر کوئی ایک معصوم کو قتل کرتا ہے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کیا اللہ تعالی نے فرمایا:

"مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ"

ترجمہ: "اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچا لے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا اور ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں کے اکثر لوگ زمین میں ظلم و زیادتی اور زبردستی کرنے والے ہی رہے۔

(سورۃ المائدۃ:5/32)

چھٹا واقعہ: فتح مکہ کے وقت جانی دشمنوں کو معاف کرنا

سن ۸ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان کے ساتھ فاتح کی حیثیت سے مکہ داخل ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی فوج دیکھ کر سارے کفار قریش ڈرے اور سہمے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے مکے میں داخل ہو کر کعبہ کی تطہیر کی اور سارے کفار کے لئے معافی کا اعلان کیا اور کہا جو کعبۃ اللہ میں داخل ہو جائے اسے امان ہے جو اپنے گھر میں رہے اسے امان ہے اور جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔

یہ وہی کفار مکہ تھے جنھوں نے مکہ میں تیرہ سال مسلسل قدم قدم پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو ستایا تھا۔ یہ وہی ابو سفیان ہیں جو جنگ بدر اور جنگ احد میں

کافروں کے سر دار رہے اور جنگ احزاب میں سارے عرب کو آپ ﷺ کے خلاف جمع کیا تھا اور ساری عمر آپ ﷺ کو زک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ ﷺ نے ان تمام کو معاف کر دیا جس کے اثرات یوں ظاہر ہوے کہ دیکھتے دیکھتے لوگ اسلام کو اپنانے اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے اللہ تعالی نے فرمایا:

"إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (١) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (٢) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (٣)"

ترجمہ: "جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے [1] اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے [2] تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

(سورۃ النصر: 3-1/110)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں 81 غزوات اور سریے لڑے جن میں مخالفین کے مقتولوں کی تعداد ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ کے تمام غزوات دفاعی تھے آپ نے ان غزوات میں کسی معصوم کا قتل نہیں کیا حتی کہ کسی کو گالی تک نہیں دی۔ ان غزوات کے ذریعہ ظلم و بربریت کو ختم کیا، مظلوموں کو ان کا حق دلایا ،امن وامان کو قائم کیا۔ لیکن آج ہماری زبانوں پر صرف گالیاں ہیں۔ ہماری زندگیوں سے اخلاق حسنہ ناپید ہو چکا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے مزین کریں۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رمضان المبارک صرف عبادات کا مہینہ نہیں بلکہ اخلاق سدھارنے اور اپنے آپ کو اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ حمیدہ کا عادی بنانے کا ایک بہترین موقع ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح وہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت کے لئے وقت نکالتا ہے اسی طرح اپنے اخلاق کو بھی سنوارنے کی فکر کرے۔

اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں بہترین اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اندر اخلاص پیدا فرمائے اور ہماری ٹوٹی پھوٹی محنتوں کو قبول فرمائے آمین۔

نوٹ: اگر آپ اس بیان کو ویڈیو کی شکل میں سننا اور دیکھنا چاہتے ہیں تو برائے مہربانی اس لنک پر کلک کریں۔

https://www.youtube.com/watch?v=ZraeAxJbQOk

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

مومن کے لئے نماز سانس سے بھی زیادہ اہم

التمہید

جب نبی اکرم ﷺ کا اس دنیا سے رحلت کرنے کا وقت قریب آگیا اور آپ ﷺ بیماری کی وجہ سے بستر مرگ پر شدید تکلیف سے دوچار تھے، اس وقت کے احوال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ: "نبی اکرم ﷺ پر بار بار غشی طاری ہو رہی تھی۔ اور جب آپ ﷺ کو ہوش آتا، تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے کہ بتاؤ میرے صحابہ کیا کر رہے ہیں؟ اور کبھی آپ ﷺ اپنے حجرے کا پردہ اٹھاتے اور مسجدِ نبوی کی طرف دیکھتے۔ جمعرات کے دن عشاء کے وقت جب آپ ﷺ کو کچھ ہوش آیا تو پوچھا کہ کیا نماز ہو چکی ہے؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ لیکن پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جیسے ہی ہوش آیا، تو پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا نماز ہو چکی؟ پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی، تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا گیا، اور پھر جب ہوش آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا جائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر غشی طاری ہوئی، اور تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے لئے آگے بڑھے یا نہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنے نرم دل ہیں کہ وہ نماز میں رو پڑیں گے، لوگوں پر نماز بھاری ہو سکتی ہے۔ پھر نبی اکرم

ﷺ پر غشی طاری ہوئی۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا پھر آپ ﷺ نے سوال دوہرایا۔ کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھادی؟ تب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتا چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ انہیں امامت کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دے رہے ہیں، اتنے میں نبی اکرم ﷺ کو تھوڑا افاقہ ہوتا ہے اور آپ ﷺ اپنے جسم مبارک میں تھوڑی توانائی محسوس کرتے ہیں۔ ادھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اشارے سے چند لوگوں کو بلاتے ہیں، اور آپ ﷺ ان کے سہارے صف تک پہنچتے ہیں۔ اس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حینِ حیات سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اس حدیثِ شریف سے متاثر ہو کر میں نے آئندہ سطور کو "نماز مومن کے لئے سانس سے بھی زیادہ اہم ہے" سے معنون کیا ہے۔

یہ کوئی جذباتی عنوان نہیں ہے بلکہ عین حقیقت ہے کہ مومن کے لیے "نماز سانس سے بھی زیادہ اہم" کے عنوان سے موسوم کیا ہے جس کے ثبوت کے لیے شرعی دلائل کافی ہیں ان شاء اللہ۔

مومن اور مسلم میں فرق:

ہر مومن مسلم ہو سکتا ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہو سکتا، ایمان کا درجہ اسلام کے درجے سے اونچا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَـٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ"

ترجمہ:"دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ

درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (مخالفت چھوڑ کر مطیع ہوگئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔"

(سورۃ الحجرات:49/14)

اہل ایمان نماز کی حفاظت کرتے ہیں:

مومن کی نمایاں صفات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اہلِ ایمان کبھی نمازوں کو ترک نہیں کرتے، ہمیشہ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ "

ترجمہ:"جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔"

(سورۃ المعارج:70/23)۔

اور ایک جگہ فرمایا:

"وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ"

ترجمہ:"اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔"

(سورۃ المعارج:70/34)

لیکن جو صحیح معنوں میں مومن نہیں ہوتا وہ نمازوں کی ادائیگی میں تساہل برتتا ہے حالانکہ نماز کا ایمان سے بڑا گہرا تعلق ہے، سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو عین ایمان قرار دیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

رَّحِيمٌ"

ترجمہ: اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

(سورۃ البقرۃ:2/143)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر ایک مستقل باب قائم کیا اور کہا کہ یہاں پر ایمان سے مراد نماز ہے۔ اس آیت کا پسِ منظر یہ ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے صحابہ کرام اور نبی اکرم ﷺ سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو، یہ آیت نازل ہونے کے بعد سب سے پہلی نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی وہ عصر کی نماز تھی، کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی پھر ان میں سے ایک شخص مسجد والوں کے پاس سے گزرا جو عصر کی نماز ادا کر رہے تھے اور حالت رکوع میں تھے، اس آدمی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی، یہ بات سن کر ان لوگوں نے حالتِ نماز میں ہی اپنا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لیا۔

صحابہ کرام کے درمیان ان لوگوں کے بارے میں چہ میگویاں ہونے لگیں جنہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی تھیں اور وہ تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے ہی شہید ہو گئے آیا ان کی نمازیں عند اللہ قبول ہوئیں یا نہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

رَّحِيمٌ"

ترجمہ: اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

(سورۃ البقرۃ:2/143)

ہمارے معاشرے میں بعض گروہ ایسے بھی ہیں جنہیں ان کی کچھ نیکیوں نے انہیں اس زعم میں مبتلا کر رکھا ہے کہ انہیں نماز کے اہتمام کی ضرورت نہیں، کوئی اپنے توحید پر ہونے کو ہی دخولِ جنت کے لیے کافی سمجھتا ہے، کوئی محبتِ رسول کے زعم میں جنتی ہونے کا دعویدار ہے جب کہ ایمان وعقیدے کے ساتھ عمل نہایت ضروری ہے، اور اعمالِ صالحہ میں نماز سب سے پہلے ہے کہ یہ اسلام کا دوسرا اہم ترین بنیادی رکن ہے، بعض تو ایسے بھی جن کا سارا تکیہ کسی پیر، شیخ، ملا، امام، ولی اللہ پر ہے کہ ہم نے فلاں پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہیں اور وہ ہمیں قیامت کے دن بچالیں گے، نجات کے لیے ہمیں نماز کی کیا ضرورت ہے؟۔ جب کہ آل تبارک وتعالیٰ مذکورہ بالا آیت میں یہ واضح کر رہا ہے کہ دین کے اندر نماز کا اعلی مقام ہے، جس نے نماز کو ضائع کر دیا دراصل اس نے ایمان کو ضائع کر دیا۔

نماز مومن کے لئے سب سے زیادہ اہم ہے۔ مثال کے طور پر کسی آدمی سے یہ پوچھا جائے کہ تمہاری نظر میں سب سے زیادہ اہم چیز کیا ہے؟ اگر وہ کہے کہ میری نظر میں سب سے اہم چیز لذیذ کھانا ہے، پھر اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپ کھانے کے بغیر کچھ دیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ اس پر وہ کہے گا کہ میرے لئے کھانے سے زیادہ اہم پانی ہے۔ پھر اس کو اگر یہ کہا جائے کہ آپ پانی کے بغیر کچھ دیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ کیا آپ

سانس لئے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ اس پر وہ کہے گا میرے لئے سانس پانی سے زیادہ اہم ہے ۔کیونکہ سانس لئے بغیر میں تھوڑی دیر بھی زندہ نہیں رہ سکتا لیکن ایک مومن کے لئے نماز سانس سے بھی زیادہ اہم ہے۔کیونکہ اگر سانس نہ لی جائے تو آدمی کا جسم مر جاتا ہے، لیکن اگر مومن نماز نہ پڑھے تو اسکی روح مر جاتی اور اسکا ایمان مر جاتا ہے۔

لفظ "صلاۃ" کے معانی:

لفظ "صلاۃ" عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے آٹھ معانی ہیں۔اور ان آٹھوں معنوں کا نماز کی کیفیت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

1۔پہلا معنی: دعا:

صلاۃ کا ایک معنی دعا ہے۔سورہ توبہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

" خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"

ترجمہ: "آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے۔"

(سورۃ التوبۃ:9/103)

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لفظ "صلاۃ" کو دعا کے لئے استعمال کیا ہے۔

2۔ دوسرا معنیٰ: عبادت:

صلاۃ کا ایک معنی عبادت ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ حج میں فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ

ترجمہ: "اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔"

(سورۃ الحج:22/40)

اس آیت میں یہودیوں کی عبادت گاہوں کو قرآن مجید میں "صلوات" کہا گیا ہے نیز عبرانی اور سریانی میں بھی نماز کے لئے سلوٹ (salut) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

3۔ تیسرا معنیٰ: تعریف:

صلاۃ کا ایک معنی تعریف ہے، سورہ احزاب میں لفظ "صلاۃ" کو تین الگ الگ معنی میں استعمال کیا گیا ہے:

1) "صلاۃ" کا معنی تعریف

2) "صلا" کا معنی مرتبہ

3) "صلاۃ" کا معنی درودِ ابراہیم۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"

ترجمہ: "بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر "صلاۃ" بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی نبی اکرم ﷺ پر "صلاۃ" بھیجو۔"

"صلاۃ" کی نسبت جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے فرشتوں کے درمیان محمد ﷺ کی تعریف کرنا ہے۔

اگر "صلاۃ" کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا مطلب فرشتوں کا محمد ﷺ کے مرتبہ کی بلندی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے۔

اگر "صلاۃ" کی نسبت انسانوں کی طرف ہو تو اس کا مطلب آپ ﷺ پر درودِ ابراہیمی بھیجنا ہے اور جو درود کے کلمات صحیح احادیث میں وارد ہوا ہیں وہ یہ ہیں:

"اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"

ترجمہ: "اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تونے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔ بیشک

تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔"

(الراوی: کعب بن عجرۃ، المحدث: البخاری، المصدر: صحیح البخاری، رقم الحدیث:3370)۔

4۔ چوتھا معنی: دوسرا درجہ:

صلاۃ کا ایک معنی دوسرا درجہ بھی ہے، جیسے کہ عربی زبان میں ایک محاورہ ہے: "تلق السوابق والمصلینا" یعنی جب تم ہمارے قبیلے کے گھوڑ سواروں کو ریس میں دوڑاؤ گے تو سب سے پہلے آنے والا گھوڑا ہمارا ہو گا اور اور دوسرے نمبر پر آنے والا گھوڑا بھی ہمارا ہی ہو گا۔ اسلام کے جو پانچ ارکان ہیں ان میں کا پہلا رکن کلمہ طیبہ اور دوسرا رکن "صلاۃ" یعنی نماز ہے۔ اس اعتبار سے "صلاۃ" کا ایک معنی دوسرا درجہ ہے۔

5۔ پانچواں معنی: صلوین:

انسانی جسم کی پیٹھ پر دو بڑی بڑی رگیں ہوتی ہیں، جو دونوں پیروں سے ہوتے ہوئے سر سے مل جاتی ہیں ان دو رگوں کو "صلوین" کہا جاتا ہے۔ جب بندہ رکوع کرتا ہے تو اس کی یہ دونوں رگیں پیٹھ کے ساتھ مڑ (خم) ہو جاتی ہیں۔

6۔ چھٹا معنی: کسی چیز کو آگ میں تپانا ہے:

صلاۃ کا ایک معنی کسی چیز کو آگ میں تپانا بھی ہے اور اس معنی کو قرآن مجید میں استعمال

کیا گیا ہے ،سورۃ اللهب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" سَيَصۡلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ"
ترجمہ:"وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا۔"(سورۃ اللھب:3/111)۔یعنی
اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے دن ابو لہب کو جہنم کی آگ میں تپائے گا۔

اسی طرح جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا ایمان گرم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔

نماز کے فوائد

قرآن مجید میں صرف نماز کا ذکر 103 مقامات پر آیا ہے۔نماز اللہ تعالی کی پسندیدہ عبادت ہے جس کی ادائیگی سے ہمیں دنیا و آخرت میں کافی فوائد حاصل ہوتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

پہلا فائدہ:نماز سکونِ قلب کا باعث ہے:

نماز سے دل کو سکون و اطمینان ملتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يَا بِلَالُ أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا»

"ترجمہ:"اے بلال اقامت کہو اور ہم کو راحت پہونچاو۔"

(الراوی : سالم بن ابي الجعد ،المحدث: ابو داوٗد،المصدر : سنن ابي داوٗد ،رقم الحدیث : 4985 خلاصة حکم الحدیث: صحیح)۔

دوسرا فائدہ: نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے:

نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جیسا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

" وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ"

ترجمہ:" نماز میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

(الراوی : انس بن مالک،المحدث: النسائی ، المصدر : سنن النسائی ،رقم الحدیث : 3940،خلاصة حكم الحديث:حسن صحیح)

تیسرا فائدہ: نماز سے اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے:

نماز اللہ کی مدد اور نصرت حاصل کرنے کا سب بڑا ذریعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ "

ترجمہ:"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو، اللہ تعالی صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے۔"

(سورۃالبقرۃ:2/153)

چوتھا فائدہ: اللہ تعالی خلافت عطا کریں گی:

نماز قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ ہمیں عزت و سربلندی اور خلافت سے نوازیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"

ترجمہ:"تم میں ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں. نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

(سورۃ النور:24/56-55)

پانچواں فائدہ:

نمازی حالت نماز میں اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

إن المؤمن إذا كان في الصلاة فإنما يناجي ربه، فلا يبزقن بين يديه ولا عن يمينه، ولكن عن يساره او تحت قدمه" .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے سامنے یا دائیں طرف نہ تھوکے، ہاں بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

(الراوي: أنس بن مالك|المحدث: البخاري|المصدر: صحيح البخاري)

چھٹا فائدہ؛ نمازی اللہ کے ذمے ہوتا ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من صلى الصبح فهو في ذمة الله، فلا يطلبنكم الله من ذمته بشيء، فيدركه، فيكبه في نار جهنم " .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں ہے سو اللہ اپنی پناہ کا حق جس سے طلب کرے گا اس کو نہ چھوڑے گا اور اس کو جہنم میں ڈال دے گا۔

(الراوي: جندب بن عبد الله|المحدث: مسلم|المصدر: صحيح مسلم)

صرف فجر کی ایک نماز پڑھنے کا یہ فایدہ ہوگا تو آپ اندازہ لگائے پوری فرض نمازیں پڑھنے کا کیا فائدہ ہوگا۔

نمازی اور بے نمازی قرآن و حدیث کی روشنی میں:

قیامت کے دن نمازی انبیاء علیہ السلام کے ساتھ اور بے نمازی فرعون، ہامان وغیرہ کے ساتھ ہوں گے:

دنیا میں جو لوگ حالتِ ایمان میں نماز کا اہتمام کرتے تھے، کل قیامت کے دن ان کا شمار انبیاء کی فہرست میں ہو گا۔ انبیاء علیہ السلام جو خود نماز کا اہتمام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت ذکریا علیہ السلام کی نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ " فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ "

ترجمہ: "اسی جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے، پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحیٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، ضابط نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔"

(سورۃ آل عمران:3/39-38)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

" وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا "

ترجمہ: "وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول۔"

(سورۃ مریم:19/55)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ"

ترجمہ: "اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔"

(سورۃ ابراہیم:14/37)

اہل کتاب کو نماز کا حکم دیتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ "

ترجمہ: انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں

اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔"

(سورۃ البینہ:5/98)

مذکورہ آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی نماز قائم کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو نبیوں کی فہرست میں شامل کرتا ہے۔اور جو آدمی نماز نہیں پڑھتا اس کا شمار فرعون ، ہارون ، قارون ، ابی بن خلف ، ابو لہب ،اور ابو جہل وغیرہ کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"«مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ بُرْهَانٌ وَلَا نُورٌ وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَهَامَانَ وَفِرْعَوْنَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ»"

ترجمہ:"جو کوئی بھی نماز کی حفاظت کرے گا اس کو روشنی اور دلیل ملے گی اور قیامت کے دن وہ (عذاب سے) نجات پائے گا اور جو نماز کی حفاظت نہیں کیا اس کو دلیل اور روشنی ملے گی اور نہ عذاب سے نجات ملے گی اور وہ قیامت کے دن قارون ہامان فرعون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا"

(الراوی: عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ، المحدث: ابن حبان ، المصدر: صحیح ابن حبان ، رقم الحدیث:1467 ، خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو نماز کی پابندی کرے گا تو اس کو نور (روشنی) ملے گی اور یہ روشنی روزِ قیامت پل صراط پر سے گزرنے کے لئے کام آئے گی۔ نمازی اس روشنی کے

ذریعہ پل صراط پر سے آسانی کے ساتھ گزر جائیں گے اور جو بے نمازی ہو گا اسے نہ نور اور دلیل حاصل ہو گی اور نہ وہ عذاب سے بچ پائے گا۔ قیامت کے دن اس کا حشر بڑے بڑے نافرمان جیسے قارون، ہامان، فرعون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے صحیح فرمایا:

«الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ»

ترجمہ: "آدمی کا حشر قیامت کے دن اس کے ساتھ ہو گا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا

"

(الراوی : انس بن مالک رضی اللہ عنہ ،المحدث: ابو داوٗد، المصدر: سنن ابی داوٗد ،رقم الحدیث:5127، خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی دنیا میں جس سے محبت کرے گا اور جس کے طریقے کو اپنائے گا قیامت کے دن اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم نبیوں کے ساتھ اٹھائیں جائیں اور جنت میں ان کے ساتھ رہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم بھی انبیاء کی طرح نماز کی حفاظت کریں۔ دن میں پانچ اوقات مسجد میں پابندی سے اپنا داخلہ یا Registration کرواتے رہیں ،ورنہ ہم نماز سے جس قدر دور ہوں گے اسی قدر ہم جنت سے دور رہیں گے اور ہمارا حشر بے نمازیوں کے ساتھ ہو گا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا قول:

صحیح ابن حبان کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "فرعون

حکومت والا تھا، قارون مالدار تھا، ہامان بڑے عہدے والا اور ابی بن خلف ایک بڑا تاجر تھا " اکثر جو لوگ نمازوں کو چھوڑتے ہیں ان چاروں میں سے کسی نہ کسی وجہ کی بنیاد پر ہی چھوڑتے ہیں۔ یا تو وہ حکومت کے نشے میں آکر نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا تو کوئی عہدہ یا نوکری ملتی ہے تو نماز کو ترک کرتے ہیں۔ آج ہماری خواتین نماز چھوڑ دیتی ہیں اور اس کے لئے کئی ایک بہانے بناتی ہیں جیسے بچوں کو سنبھالنا ہے، کپڑے ناپاک ہیں، گھر کا کام زیادہ ہے ۔یہی بہانے بنا کر بعض نے سالوں سے نمازیں ترک کر رکھی ہیں خواتین۔

آج ہمارے گھر میں اسماعیل علیہ السلام جیسا شوہر نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ تم بچوں کے خاطر جہنم میں کیوں جا رہی ہو، آج کا انسان بڑا خود غرض ہے جس خاتون کو وہ دنیاوی مقاصد کے لئے استعمال کر رہا ہے لیکن اسی کو جنت میں ساتھ لیجانے کی فکر اسے نہیں ہو رہی ہے۔ اور کتنی غفلت مین ہے وہ عورت جو اپنے شوہر سے یہ نہیں کہتی ہے کہ تم مجھے دنیوی فوائد کی خاطر استعمال کر رہے ہو، لیکن تمہیں میری آخرت کی فکر نہیں ہے تم مجھے نماز کا حکم نہیں دے رہے ہو۔ آج میاں بیوی دونوں نہ جنت کے خواہاں ہیں اور نہ جہنم سے لرزاں ہے۔

آج کل ہمارے بہت سارے بھائی مختلف جگہوں پر جیسے call centers، market،company وغیرہ میں job کرتے ہیں، انہیں کبھی نماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ جب میں مدینہ سے پڑھ کر آیا تھا تو اس وقت میں نے ایم۔ بی۔ اے کیا تھا، اس وقت میں اکثر نوجوانون کو نماز کی تلقین کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ ارشد بھائی کالجوں اور آفسس میں جاب کرتے ہوئے نماز پڑھنے میں بہت] پرابلم problem[ہوتی ہے۔ تو میں نے ٹھان لیا کہ میں بھی کسی کالج میں پڑھوں گا پڑھاؤں گا اور دیکھوں گا کہ واقعی نماز

پڑھنے کا موقع ملتا ہے یا نہیں؟

Training کے لئے آئی۔ٹی فیلڈ IT field میں داخلہ لیا اور وہاں پر سب نان non Muslims تھے اور میں اکیلا مسلمان تھا، اور سارے غیر مسلم ساتھیوں نے میری خاطر نماز پڑھنے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کر دی تھے اور وہ وہاں کسی کو جانے یا پیروں سے روندنے سے روکا کرتے تھے۔ اور اس جگہ کا بہت خیال کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے دلوں سے نماز کی اہمیت ختم ہو چکی ہے ہمارے دلوں میں اللہ کا ڈر ہے نہ آخرت کا خوف، آج ہم نماز اس لئے نہیں پڑھ رہے ہیں کہ ہمارا باس ہمیں نوکری سے نکال دے گا، ہمیں اپنے boss سے ڈر رہے ہیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے نڈر ہو چکے ہیں۔ اپنی جاب جانے کا ڈر ہے لیکن جہنم میں جانے کا ڈر نہیں ہے، ہم جنت چھوڑنے کے لئے تیار ہیں لیکن نوکری چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے ۔ایسی نوکری حرام ہے جو آپ سے آپ کی نماز کو چھین لے، ایسی پڑھائی حرام ہے جو آپ کو نمازوں سے دور کر دے۔ اگر آپ کی جاب ٹائمنگ ایسی ہیں جو نماز کے اوقات سے ٹکرا رہی ہیں تو آپ کے لئے جاب چھوڑنا واجب ہے۔ ایسی جاب جو شریعت کے احکامات کی خلاف ورزی کروا رہی ہو تو اسے ایسے سمجھیے کہ آپ اپنی ملازمت کے معاہدے پر دستخط کرتے ہیں یہ سوچ کر کہ اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ میں اپنی جاب کی خاطر تجھ کو ناراض کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اللہ کا حکم نہ ماننے والوں کا انجام قرآنی واقعات کی روشنی میں:

اگر ہم اللہ کے حکم کی نافرمانی کریں گے تو ہم پر ویسے ہی عذابات آئیں گے جس طرح

پچھلی امتوں پر آئے تھے۔ قوم صالح علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک اونٹنی بطورِ معجزہ وآزمائش عطا کی تھی، اور اسے تکلیف نہ دینے کا حکم دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

" وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ"

ترجمہ: "اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی ہے، تم اسے چھوڑ دو وہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرے اور اس اونٹنی کو بری نیت سے چھونا تک نہیں ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب تم کو آلے گا۔"

(سورۃ الاعراف:7/73)

اس آیت میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ دنیامیں بہت ساری اونٹنیاں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ اسی اونٹنی کو نہ چھونے کا حکم اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ اللہ کے حکم کو مانتے ہیں یا نہیں۔ لیکن انہوں نے اللہ کے حکم کو کوئی اہمیت نہیں دی اور اس کو ذبح کر دیا جس کی وجہ اللہ نے انہیں زوردار چیخ کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔

اسی طرح بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن عبادت کرنے اور مچھلیوں کا شکار نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن وہ اللہ کے حکم کو نہیں مانے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں سور اور بندر بنا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

"وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ

عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ[١٦٤]
فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ
وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ[١٦٥]
فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ"

ترجمہ: "اور آپ ان لوگوں سے، اس بستی والوں کا جو کہ دریائے (شور) کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے! جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں، اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں، ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ بالکل ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت سزا دینے والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں[164] سو جب وہ اس کو بھول گئے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے[165] یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا تم ذلیل بندر بن جاؤ۔"

(سورۃ الاعراف:7/163-166)

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی حالت:

آج دنیا گناہوں سے بھر گئی ہے، لوگ قومِ لوط کی برائی کا ارتکاب کر رہے ہیں، ناپ تول میں کمی کر رہے ہیں، تکبر اور گھمنڈ کا شکار ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرنا ایک فیشن بنا ہوا ہے۔ ان سب کے باوجو ہم اللہ کے عذاب سے جو محفوظ ہیں اس کے پیچھے نبی اکرم ﷺ کی ایک دعا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو میری امت کو عاد و ثمود کی طرح تباہ نہ کرنا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔

آج بڑے پیمانے پر فجر کی نماز چھوڑ کر سو رہے ہیں، کئی جگہوں پر ایسا ہوتا ہے کہ مسجد میں صرف امام صاحب اور موذن صاحب دونوں نماز پڑھ کر گھر کو چلے جاتے ہیں ۔ایک عالم صاحب نے بہت ہی صحیح کہا: "اگر آپ کو کسی بستی یا محلے کا ایمان دیکھنا ہے یا پھر ایمان کی جانچ کرنی ہے تو اس بستی یا محلے میں فجر کے وقت مساجد کا رخ کیجئے اور دیکھئے کہ اگر وہاں کے لوگ مسجدوں کو فجر کے وقت آباد کرتے ہیں تو سمجھ جایئے کہ ان کا ایمان زندہ ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو سمجھ جائیں کہ ان کا ایمان مردہ ہو گیا ہے" علامہ اقبال کیا ہی خوب کہا:

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

مسجدوں کی تعمیر اور بکثرت نماز، رکوع و سجود،، تلاوت قرآن اور ذکرِ الٰہی کے ذریعہ مسجدوں کو آباد کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

" إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ

الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ"

ترجمہ:"اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔"

(سورۃ التوبۃ:9/18)

تارکِ نماز کے لئے وعیدیں

پہلی وعید: شیطان کا کان میں پیشاب کرنا:

قرآن اور صحیح احادیث میں تارک نماز کے لئے کافی وعیدیں آئی ہیں: مثلاً جو شخص فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھتا اور اپنے بستر پر سویا رہتا ہے، تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے، جیسا کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ، فَقِيلَ: مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ، مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ»

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو مسلسل نماز چھوڑ کر صبح ہونے تک سوتا ہے

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کیا۔"
(الراوی : عبد اللہ رضی اللہ عنہ ،المحدث : البخاری ،المصدر : صحیح البخاری رقم الحدیث
:1144)

دوسری وعید: کاہلی و سستی کا شکار

جو فجر کی نماز پڑھے بغیر سوتا ہے وہ دن بھر سستی اور کاہلی کا شکار ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلاَثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ، فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلاَنَ»

ترجمہ: "حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں کا کوئی جب سوتا ہے تو شیطان اس کے سر میں تین گرہیں ڈالتا ہے تاکہ وہ دیر تک سوتا رہے، اگر وہ صبح اٹھ کر دعا پڑھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر وہ صبح کرتا ہے چست اور پاکیزہ نفس کے ساتھ، ورنہ وہ صبح کرتا ہے سست اور خبیثِ نفس کے ساتھ۔"

(الراوی: ابو هریرۃ المحدث: البخاری، المصدر: صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1142)

تیسری وعید: پتھر سے سر کچلنا:

جو آدمی فرض نمازوں کو چھوڑ کر سو جاتا ہے فرشتے اس کے سر کو پتھر سے کچلتے ہیں ، جیسا کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"عن سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الرُّؤْيَا، قَالَ: «أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالحَجَرِ، فَإِنَّهُ يَأْخُذُ القُرْآنَ، فَيَرْفِضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلاَةِ المَكْتُوبَةِ"

ترجمہ:" حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنا خواب ذکر کرتے ہوئے فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو کچلا جائے گا وہ ہو گا جو قرآن یاد کیا اور بھول گیا اور جو فرض نمازوں کو ترک کر کے سو گیا۔"

(الراوی: ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ ، المحدث: البخاری ، المصدر: صحیح البخاری ، رقم الحدیث :1143)

چوتھی وعید: بے نمازی کے لئے ویل ہو گی:

جو نماز کی ادائیگی میں سستی برتتے ہیں آخرت میں ان کے لئے ویل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (٤) الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (٥)

الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (٦)"

ترجمہ:" جہنم کی وادی ہے ان لوگوں کے لئے جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن نماز میں غفلت برتے ہیں"

(سورۃ الماعون:4-6)

الغرض ان پانچ نمازوں کی حفاظت اور ان کی محافظت، اہتمام اور پابندی بہت اہم ہے ،حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ، فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ " .

ترجمہ:" پانچ نمازیں ہیں جو اللہ نے بندوں پر فرض کی ہیں، پس جس شخص نے ان کو اس طرح ادا کیا ہو گا کہ ان کو ہلکا سمجھ کر ان میں کچھ بھی کمی نہ کی ہو گی تو اس کے لیے اللہ کے پاس جنت میں داخل کرنے کا عہد ہو گا، اور جو شخص ان کو ادا نہ کرے گا تو اس کے لیے اللہ کے پاس کوئی عہد نہیں، اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو اسے جنت میں داخل کرے"

(المصدر: سنن ابي داود، الراوي: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ، رقم الحديث:1420، خلاصة حكم الحديث: صحيح)

کیا جو ایک وقت کی نماز چھوڑ دے وہ کافر ہے؟:

پہلا قول: بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ جو کوئی ایک نماز بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے اور اس کے لئے انہوں نے کئی دلائل پیش کئے ان میں سے ایک اہم دلیل یہ حدیث ہے:

"«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»"

ترجمہ:" آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔"

(الراوی : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، المحدث: مسلم ، المصدر : صحیح مسلم، رقم الحدیث:82)

دوسرا قول: حدیث میں جو "ترک" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ایک مرتبہ چھوڑنے والے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مسلسل نماز چھوڑنے والے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

بہر کیف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں چوبیس گھنٹے دیئے ہیں اور پنج وقتہ نمازوں کے لئے بڑی مشکل سے ایک یا سوا گھنٹہ لگتا ہے۔ کیا ہم اللہ کے لئے اتنا وقت نکال نہیں سکتے ؟ ہم اپنی سوچوں کو بدلیں۔ اور پابندی کے ساتھ نمازوں کو ادا کریں اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اور نماز ایسے ادا کریں جیسے نبی کریم ﷺ نے ادا کیا تھا یہ آپ ﷺ کا حکم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"صَلُّوْا كَما رَاَيْتُمونِى اُصَلِّي"

ترجمہ:"تم نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(الراوی : مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ، المحدث : الالبانی ، المصدر : صحیح الجامع ، رقم الحدیث:893، خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں منافقین بھی نماز پڑھا کرتے تھے لیکن آج ہماری حالت منافقوں سے گئی گزری ہے۔ آج ہم اپنے آپ کو بخشے بخشائے ہوئے، یا قرآن وسنت کا پیروکار اور داعی مانتے ہیں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نمازوں کے سلسلے غافل اور لاپرواہیں۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور آپ سب کو نماز کی پابندی کرنے والا بنائے۔ اور شیطان کے وسوسوں اور مکروفریب سے ہماری حفاظت فرمائے، اور غیب سے ہماری مدد فرمائے، ہمارے گھروں میں نماز کا ماحول بنادے۔ آمین

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

دعاؤں میں ہونے والی دس غلطیاں

التمہید

" دعا " ایک Arabic ورڈ ہے، اہلِ علم نے اس کے دو معنی بتلائے ہیں، دعا کا اردو ترجمہ " پکار " ہے، عربی زبان میں اسے طلب، یعنی مانگنا کہتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کو پکارتا اور اس سے اپنی مطلوبہ شئے مانگتا ہے۔ دعا کے دو طریقے ہیں:

1) پہلے طریقے کو دعائے عبادت۔

2) دوسرے کو دعائے مسئلہ (دعائے سوال) کہا جاتا ہے۔

1: دعائے عبادت کا مطلب "طلب الثواب بالاعمال الصالحة" ہے یعنی اک بندہ جو بھی نیک عمل کرتا ہے دراصل وہ دعا کرتا ہے، کہ وہ ان اعمالِ صالحہ کے ذریعے اللہ سے ثواب کا طالب ہوتا ہے، اس طرح اس کی نماز روزہ اور حج دعا ہی کی ایک شکل ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ "عبادت دعا سے الگ نہیں ہے اور دعا عبادت سے الگ نہیں ہے"

ایک بندہ مومن کا آپ نماز میں " اللہ اکبر " کہنا اللہ کو پکارنا ہی ہے، اس کا " سمع اللہ لمن حمدہ " کہنا، رکوع میں " سبحان ربي العظيم " اور سجدے میں " سبحان ربي الاعلي " کہنا اور مکمل نماز کی عبادت رب سے دعا و مناجات ہی کی مختلف شکلیں ہی تو ہیں۔

اسی طرح مومن بندے کا حج اور مناسکِ حج کی تکمیل اور قدم قدم پر تلبیہ و تہلیل، تکبیر

و تسبیح سب کچھ تو اللہ تعالی کا ذکر ہی ہوتا ہے، بعینہ روزے اور زکوۃ بھی حکمِ الہی کی تعمیل ہی ہے اور اسی کو دعائے عبادت کہتے ہیں، کہ ان تمام عبادات کے ذریعے بندہ اللہ سبحانہ و تعالی سے "طلب الثواب "یعنی اجر و ثواب کیا طالب ہوتا ہے۔ اور اس طرح اپنے رب کو منوالیتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مانگنے کا یہ ایک طریقہ ہے۔

بندہ مومن کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق توحید و سنت کو اپنانا، حلال اور حرام کی تمیز کرنا، اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہنا اور اپنے اخلاق و معاملات کو سنوارنا بھی رب کو خوش کرنے کے لئے ہوتا ہے گویا بندہ ان نیک اعمال کے ذریعے بھی اپنے رب سے کچھ نہ کچھ مانگ رہا ہے یعنی وہ اللہ تعالی سے جنت مانگ رہا ہے اور جہنم سے پناہ طلب کر رہا ہے، یعنی یہ بھی اللہ تعالی سے دعا مانگنا ہی ہے جو کہ عبادت کی شکل میں ہے۔

2: دعا کی ایک دوسری قسم مکمل مانگنے کی شکل میں ہے، اسے دعائے مسئلہ یعنی دعائے سوال کہتے ہیں، جس میں بندہ براہِ راست اللہ سے سوال کرکے مانگتا ہے۔ اور یہی اس تحریر کا اصل موضوع ہے

دعائے مسئلہ کی تعریف میں علماء کرام نے کہا ہے کہ:

"دعاء المسألة : وهو طلب ما ينفع الداعي من جلب النفع أو دفع ضر أو كشفه، وسؤال الحاجات من الله بلسان الحال"

(صلاة الجماعة مفهوم وفضائل واحكام وفوائد واداب فى ضوء الكتاب والسنة ، سعيدبن على بن وهف القحطانى ، ص : ٣ ")

"دعائے مسئلہ کا معنیٰ ہے کہ دعا کرنے والا (اللہ تعالیٰ سے) ایسی چیز مانگے جس سے کوئی فائدہ حاصل ہو یا کوئی تکلیف یا نقصان دور ہو، اور زبانِ حال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت پوری کرنے کا سوال کرے"۔ دعا میں فائدہ کیا ہوتا ہے؟ "من جلب نفع" یا تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے کسی فائدے کا سوال کرتا ہے، یا دفع ضر " دعا کرنے والا کسی مصیبت، نقصان یا خسارے سے حفاظت کا سوال کرتا ہے، جیسے عام طور پر انسان مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہیں، یا دشمنوں کی سازشوں اور شر و فساد سے حفاظت کی دعا مانگتے ہیں اور "طلبِ حاجات" کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ بندے اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لیے رب کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور دعا مانگتے ہیں۔

اسی دعائے مسئلہ کے تئیں عام طور پر لوگوں میں کچھ غفلتیں پائی جاتی ہیں، آئندہ سطور میں ہم انہی میں سے بعض غلطیوں کی نشاندہی کریں گے تاکہ ہم دعاؤں کے دوران ہونی والی غلطیوں سے نجات حاصل کر سکیں اور ہماری دعائیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوں۔

1) دعا میں شرکیہ الفاظ کا استعمال:

پہلی اور سب سے سنگین غلطی جو دعاؤں میں کی جاتی ہے وہ " الشرک فی الدعاء " یعنی دعاؤں میں شرکیہ الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سارے مسلمان گمراہی کا شکار ہیں، اور لاعلمی اور جہالت کی بنا پر شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور یہ بہت پُرانی بیماری ہے، کہ شیطان کی ہمیشہ سے یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ بندے Direct شرک مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جائیں،۔ شیطان کی راہ پر چلنے والے دنیا میں اور بہت

سارے لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُور کرتے اور رُکاوٹ ڈالتے ہیں، جیسے کہ نمرود نے غرور و تکبر کے نشے میں چور ہو کر کہا تھا کہ میں بھی مارتا ہوں اور جلاتا ہوں،۔ اسی طرح فرعون بھی اپنے آپ کو رب سمجھنے لگا تھا، اس نے کہا تھا:

" فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٤﴾

"تم سب کا رب میں ہی ہوں"۔

ابلیس جو خود تو بَھٹکا ہوا تھا اور دوسروں کو بھی بَھٹکایا کرتا تھا اس کا کام ہی یہی تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے راستہ سے دُور کر دے، جو لوگ ابلیس کے راستہ پر چلتے ہیں وہ بھی لوگوں کو شرک اور بدعات کا راستہ بتلاتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ابلیس کی پُر فریب چالوں سے محفوظ فرمائے۔ تاریخ میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مانتے ہوئے بھی شرک کرتے تھے تھے، جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (٣٠)"

"یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منھ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں"۔

اور عیسائیوں نے کہا تھا کہ مسیح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیٹے ہیں، ان لوگوں نے دوسرے لوگوں کو بَھٹکانے کے لئے چند نیک ناموں کا misuse کیا، گویا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک

Direct پہونچنے سے عام انسانوں کو روکنے کی ناپاک حرکت کی۔ اسی طریقہ سے تاریخ میں ایک تیسری رکاوٹ بھی دیکھی گئی ہے، اور وہ کفارِ قریش کی رکاوٹ ہے، کفارِ قریش حج کے دوران تلبیہ پڑھا کرتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ

" لبَّيكَ لا شريكَ لكَ، إلا شريكًا هو لكَ، تَملِكُه وما ملَكَ "

(ابن تیمیۃ (۷۲۸ھ)، درء التعارض ۱/ ۲۲۴۰ صحیح)

"اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، مگر ایک شریک ہے جو تیرا ہی ہے، تو اس کا اور اس کی ساری ملکیت کا مالک ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی مالکِ حقیقی ہے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک ہم ڈائرکٹ Direct نہیں پہونچ سکتے؟ اس لئے انہوں نے کعبۃ اللہ کے اندر اور باہر تین سو ساٹھ 360 بُت رکھے تھے، جو دراصل ان کی قوم کے نیک لوگ تھے، اور وہ ان کی عبادت اس لئے کرتے تھے تاکہ ان کے ذریعہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچ جائیں۔ سورہ زمر میں اس باطل عقیدے کا رد کر دیا گیا ہے، یہ بات واضح ہے کہ جب بھی دنیا والوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور بندوں میں شرک کے ذریعہ رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دوٹوک انداز میں اس کا رد کر دیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کوئی حق یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کوئی خصوصیت اللہ سبحانہ و تعالی کے علاوہ کسی اور کو نہ دی جائے، یہ قرآن مجید کا واضح اعلان ہے، قرآن مجید میں سورہ زمر میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کفارِ قریش کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

" وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

"ۚ "

"اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں، یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا (سچا) فیصلہ اللہ (خود) کرے گا"۔

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ بھائی! تم ان کی پوجا کیوں کر رہے ہو؟ ان کے آگے سجدہ کیوں کر رہے ہو؟ یا ان سے کیوں مانگ رہے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں کہ "نہیں، نہیں! ہم تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہی مانگ رہے ہیں لیکن یہ لوگ ہمارے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہونچنے کے لئے ذریعہ بن جاتے ہیں، یہ معبود ہماری عبادتیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہونچاتے ہیں اور ہماری دعائیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہونچاتے ہیں، ہم Direct وہاں تک نہیں پہونچ سکتے۔ آج کے مسلمان بھی اس قسم کے شرک میں پڑے ہوئے ہیں، جب ان سے پوچھا جائے کہ آپ ان باباؤں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ ان کے سجدے کیوں کرتے ہو؟ آپ ان باباؤں سے دعائیں کیوں مانگتے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان سے نہیں مانگ رہے ہیں ہم ان کا احترام کر رہے ہیں اور ان سے ہمیں بہت محبت ہے، یہ ہماری دعا اور ہماری حاجتیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہونچاتے ہیں۔ محبت، تقرب اور توسّل کے نام پر آج ساری قوم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے راستے سے ہٹا کر شیطان کے راستوں پر گامزن کیا جا رہا ہے۔ اسی طریقہ سے تبرّک اور سفارش کے نام پر قوم کو بھٹکایا جا رہا ہے، یہ بڑی عمدہ اصطلاحات تھیں جیسے سفارش، تبرک، توسل، تقرب اور محبت وغیرہ، یہ بڑے اچھے الفاظ ہیں لیکن اس کا misuse کیا گیا ہے۔ اسی لئے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دعا کے اندر

شرک دراصل وہ شرک ہے کہ بندہ دعاؤں کے دوران اللہ سبحانہ و تعالی اور اس کے درمیان کچھ واسطے بنا دیتا ہے اور ان واسطوں سے ایسی محبت کرتا ہے جیسے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور ان واسطوں سے ویسے ہی دل لگالیتا ہے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دِل لگانا چاہیے، ان واسطوں کو وہ حقوق دینے لگتا ہے جو کہ دراصل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دینا چاہئے، قرآن مجید میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان تمام شرکیہ کاموں کا رَد کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ (١٦)"

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیئے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں کاش کہ مشرک لوگ جانتے جب کہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر (جان لیں گے) کہ تمام طاقت اللہ ہی کو ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے (تو ہرگز شرک نہ کرتے)"۔

معلوم ہوا کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مکمل دینا چاہئے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" الدُّعاءُ هوَ العبادةُ "

دعا ہی عبادت ہے"۔

(الراوي: النعمان بن بشير | المحدث: الألباني، المصدر: صحيح الترمذي)

یعنی دعا در اصل عبادت ہے اور عبادت دعاؤں کے بغیر نہیں ہوتی اور جب دعا ہوتی ہے تو وہ عبادت کے بغیر نہیں ہوتی، پھر نبی اکرم ﷺ نے قرآن کی یہ ایک آیت بھی پڑھی، "

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (٦٠)"

" اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے "۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی کوئی بھی شکل جب ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے چھین کر کسی اور کو دیتے ہیں تو گویا یہ تکبر ہے، اگر کوئی شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کسی بھی خصوصیت کو چاہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کام ہوں یا اس کے لئے کی جانے والی عبادتیں ہوں یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاک نام ہوں اس میں سے کوئی کسی بھی ایک عبادت یا عبادت کی کسی بھی ایک شکل کو جیسے دعا، نذر، قربانی یا سجدہ کسی زندہ یا مُردہ بندے کو دینے لگتا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَن مات وهو يدعو مِن دونِ اللهِ نِدًّا دخَل النارَ "

جس شخص کا اس حال میں انتقال ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور شریک کو پُکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہو گا"۔

(الراوي: عبد الله بن مسعود | المحدث: البخاري | المصدر: صحيح البخاري)

کتاب التوحید کی شرح فتح المجید میں اس حدیث کی شرح کے تحت علمائے کرام کہتے ہیں کہ

" أخبر تعالى أن من أحب من دون الله شيئا كما يحب الله تعالى فهو ممن اتخذ من دون الله أندادا، فهذا ند في المحبة لا في الخلق والربوبية؛ فإن أحدا من أهل الأرض لا يثبت هذا الند، بخلاف ند المحبة؛ فإن أكثر أهل الأرض قد اتخذوا من دون الله أندادا في الحب والتعظيم "

(فتح المجید شرح کتاب التوحید، ج:۱، ص:۳۳۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے بھی یا کسی چیز سے بھی ایسی محبت کرتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک یا شرکاء کو معبود تسلیم کرتا ہے، لہذا یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ "خلق" یا "ربوبیت" میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرک کرنا ہوا، کیونکہ "خلق" اور "ربوبیت" کی صفات میں غیر اللہ کی شرکت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا جبکہ محبت میں کسی اور کی شرکت کو ممکن کیا جا سکتا ہے، اس لئے اکثر زمین والوں نے محبت اور تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ بہت سارے شرکاء کو گھڑ لیا". اللہ کے اختیارات بندوں کو دینا، اس کی صفات کی نسبت بندوں کی طرف کرنا، عبادات کی جتنی بھی شکلیں ہیں چاہے وہ مالی عبادات ہوں یا بدنی، جسمانی عبادات ہوں یا قلبی، ساری عبادتیں صرف ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے روا ہونی چاہیے، جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو اس کو شریک بنایا اور اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

سورہ احقاف میں واضح طور پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (٥) "

" اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں"۔

کیسی احمقانہ سوچ ہے کہ بہت سے مسلمان یہ سوچتے ہیں ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ براہِ راست نہیں سنتا ہے لیکن یہ قبر والا Direct سُن لیتا ہے، حالانکہ دعا کرنے والے اور قبر میں سونے والے کے درمیان بڑا فاصلہ ہوتا ہے, اس فاصلے کے درمیان بڑے بڑے پتھر ہوتے ہیں، اور منوں ٹن مٹی حائل ہوتے ہیں اور قبر میں کون ہے؟ ایک بے بس انسان جس کی موت ہو چکی ہے اور روح قبض ہو چکی ہے، تو پھر وہ سنتا کیسے ہے؟ وہ قبر والا باہر نہیں نکل سکتا، اپنے آپ کو خود غسل نہیں دے سکتا اور خود موت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جب لوگوں نے اس میت کو قبرستان لے جا کر دفنا دیا تو قبر میں لیٹنے کے بعد اس کے پاس ایسی کونسی طاقت آگئی کہ اسے ہر پکار سنائی دینے لگی، اب وہ انگلش بھی سمجھتا ہے، تیلگو بھی جانتا ہے، ٹمل سے بھی واقف ہے اور ہر آنے والی پُکار کو وہ سمجھ جاتا ہے؟؟ ایسی طاقت اور اختیارات جنہیں لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تئیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بغیر کسی وسیلے کے بھی سُن سکتا ہے۔ ان مشرکوں کے یہ قبر والے باطل معبود سُن بھی لیتے ہیں اور مسائل لے جا کر اللہ تعالیٰ تک پہونچا بھی دیتے ہیں، یہ ایسی بے بنیاد Logic ہے جو ہے جو کسی بھی عقلِ سلیم کے سمجھ میں نہیں آسکتی. یہ دراصل محبت کی پٹیاں ہیں جو انسان کو اندھا کر دیتی ہے، یہ تقرب وسیلہ اور سفارش جیسے

خوبصورت الفاظ کے ذریعے قوم کو اندھا بنا دیا گیا ہے، جب قوم اندھی ہو جاتی ہے تو اس کی لاجک اور غور و فکر کرنے کی قوت مر جاتی ہے اور اس کی عقل بھی جاتی رہتی ہے۔ محبت اور عظمتِ اولیاء جیسے میٹھے میٹھے الفاظ لوگوں میں عام کئے گئے ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ عوام بے چاری ان الفاظ کی محبت میں گرفتار ہو جائے گی، ان الفاظ کی محبت میں لوگوں کو گرفتار کر کے انہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت سے غافل کر دیا گیا ہے، یہ ابلیس کی چال ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے، آمین۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہہ رہے ہیں:

" وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

" سورۃ البقرۃ " جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے "۔

نبی اکرم ﷺ کہہ رہے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ساتویں آسمان سے پہلے آسمان پر تہجد کے وقت آجاتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ میں " السمیع " ہوں بندے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ میں سُن رہا ہوں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ میں " البصیر " ہوں جو کچھ بندے کر رہے ہیں میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ میں " قریب " ہوں تمہاری پکاروں اور دعاؤں کو قریب سے سُن رہا ہوں، لیکن ایک مشرک اور گمراہ بندہ ان ساری باتوں کو جھٹلاتا ہے، گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہو کہ نہیں نہیں

ہمارے رب! آپ دُور ہی رہیئے! ہم آپ کے پاس جائز اور ناجائز وسیلے کے ذریعہ آئیں گے، اولیائے کرام کے سہارے آپ کے پاس آئیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ "سمیع "سب کچھ سننے والا ہے تو ہم میں سے گمراہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ! آپ تکلیف مت اٹھائیے ہم اولیاء کرام رحمھم اللہ کے سہارے کے ذریعہ آپ تک آئیں گے جب کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتا ہے کہ اے میرے بندے! میں سب کچھ سُن رہا ہوں اور میں ان کی آواز سننے کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہوں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "اللہ الصمد"" اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے"، اللہ تعالی کی ذات بے نیاز ہے، بندوں کی دعائیں، ان کی پکار، اور ضرورتیں حاجتیں سننے کے لیے وہ کسی وسیلے کا محتاج نہیں ہے یہ ہمارے اور اللہ تعالی کی عبادت کے درمیان پہلی رکاوٹ ہے جسے میں نے قدرے تفصیل سے آپ کے سامنے رکھا ہے۔

دعاؤں میں بدعات

2) دعاؤں میں بدعی غلطیاں: دوسرا Point (البدعۃ فی الدعاء) دعا میں بدعات کرنا ہے۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ شرک اور بدعت میں فرق ہے، جب بندہ شرک کرتا ہے تو اس کی زندگی کے سارے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں لیکن بدعت کے ارتکاب سے ایک مومن کا وہی عمل تباہ ہو جاتا جو وہ کر رہا ہے، اس کے دیگر اعمال رائیگاں نہیں ہوتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" من أحدث في أمرِنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ "

جو شخص ہمارے اس (دین کے) معاملہ میں کچھ نیا ایجاد کرتا جو اس (دین)

میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔

(الراوي: عائشة أم المؤمنين | المحدث: البخاري | المصدر: صحيح البخاري)

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" من عملَ عملا ليسَ عليهِ أمرُنا فهو ردٌّ "

جو شخص کوئی ایسا کام کرتا ہے جس پر ہمارا عمل نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔

(الراوي: عائشة أم المؤمنين | المحدث: مسلم | المصدر: صحيح مسلم)

نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دَور میں جو دینی کام نہیں کیا گیا جو اس وقت دین کا حصہ نہیں تھا، اس سے ہَٹ کر کوئی نَیا دین، کوئی نَیا طریقہ اور نَیا عمل اگر ایجاد کر لیا جائے تو وہ اللہ کے نزدیک مردود ہے، لوگ دین کے نام پر نئی نئی چیزیں پیش کرتے ہیں اور جو انسان دیندار بننا چاہتا ہے وہ دین کے نام پر اور دین کی محبت میں ہر نئی بات کو قبول کرنے لگتا اور گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے، بدعت پیش کرنے والے عموماً قرآن اور صحیح حدیث کا سہارا لیتے ہیں اس لئے ذرا carefull اور محتاط رہنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر ایک عام مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنیاد پر درود سے بڑی محبت ہوتی ہے چنانچہ لوگ اس کے نام پر کچھ بھی پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درودِ لکھی پڑھو، درودِ گنجینہ پڑھو اور درودِ تاج پڑھو تو عام لوگ ان کے دھوکہ میں آکر یہ سب کچھ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں بھی لوگوں نے منزلیں بنائی ہیں اگر کہا جاتا ہے کہ تمہارے لئے سات 7 منزلیں بنائی گئی ہیں تو لوگ اسے بڑی برکت سمجھ کر پڑھنے لگتے ہیں۔ اسی طریقہ سے لوگوں کو استخارہ کے لفظ سے بڑی محبت ہوتی ہے اس لئے گمراہ کرنے والے ایک نیا عنوان بنا لیتے ہیں کہ " استخارہ پریشانیوں سے چھٹکارا"

اور ساتھ ہی باباؤں کے فون نمبرات بھی دے دیتے ہیں، لوگ اپنی اپنی پریشانیاں باباؤں کو سناتے ہیں اور بابا کے مشورے کے بعد ہی نئے کاروبار کی شروعات کی جاتی ہے۔ صلاۃِ حاجت، صلاۃِ توبہ اور صلاۃِ استغاثہ خوبصورت اور پرکشش اصطلاحات ہیں لیکن گمراہ کرنے والے لوگ ان بے بنیاد کاموں کی الگ الگ شکل بناتے ہیں۔ دراصل یہ ساری کی ساری عبادتیں اللہ کے رسول سے ثابت نہیں ہوتیں بلکہ یہ ان کی اپنی ایجاد کردہ بدعتیں ہوتی ہیں، بس خوبصورت نام اور دینی لیبل لگائے جاتے ہیں، جب کہ ان بدعتی اعمال اور ان کی ساری شکلیں اور صفتیں بدعت ہوتی ہیں، اسی کو کہتے ہیں کریلا نیم چڑھا۔ جیسے راتوں میں اُٹھ کر لوگ صلاۃِ توبہ پڑھتے ہیں، جس کا ثبوت نہیں ہے، بس اس کا نام کافی Attractive رکھ دیا گیا ہے، پھر اس کے اعمال واذکار اپنی جانب سے ترتیب دے دیے گئے کہ اس نماز میں اتنی مرتبہ قُل کا سورہ پڑھو وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی مشکل آسان کرنے کے بہانے اپنی طرف سے کوئی وقت مقرر کرے یا جگہ مقرر کرے یا اپنی طرف سے نَیا طریقہ بتلائے یا اپنی طرف سے نئی شکل دین کے نام پر پیش کرے تو یہ سب کے سب بدعت کے طریقے ہیں۔ اگر آپ سے لوگ کہیں کہ بھائی! ایسا ایسا اور فلاں فلاں ذکر اتنی اتنی بار پڑھو تو آپ اس سے کہیں کہ بھائی! ذرا رُک جایئے! پہلے یہ بتلاؤ کہ یہ ذکر جو تم بتلا رہے ہو وہ اللہ کے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تھا یا نہیں تھا؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی! تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اس کے کتنے فائدے ہیں اور یہ کس نے کہا ہے؟ فلاں صاحب جو بڑے علامۃ الدھر اور بڑی پہونچی ہوئی ہستی ہیں، یہ ان کا بتایا ہوا نسخہ ہے لیکن ہم پھر وہی سوال کریں کہ یہ عمل نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تھا تو پھر ساری بحث ختم۔۔ مجھے نہ اس کے

فائدے چاہیئے نہ نقصان، جب شرک کا مسئلہ آجائے تو اور No compromise جب بدعت کا مسئلہ آجائے تو No compromise، کیونکہ عقیدے میں کسی قسم کی لچک اور نرمی نقصان دہ ہے، اس طرح کی استقامت سے ہمارے عقیدہ توحید میں قوت و صفائیت ہوگی نیز اتباعِ سنت کا جذبہ ہمیں بدعات و خرافات سے محفوظ رکھے گا ان شاء اللہ!۔

3) اکلِ حرام:

تیسری سنگین غلطی جو ہماری عبادتوں اور دعاؤں کے لیے بالکل منافی ہے وہ حلال و حرام میں فرق نہ کرنا اور اکلِ حرام کے باوجود دعائیں کرنا اور ان کی قبولیت کی امید رکھنا ہے، صحیح مسلم حدیث نمبر 1015 ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ ؟ !»

" پھر ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر طئے کر کے آتا ہے، سفر کی وجہ سے اس کے کپڑے پراگندہ ہیں اور اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے، (اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرتا ہے) کہ اے میرے رب اے میرے رب!، لیکن اگر اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اس کا کپڑا حرام اور اس کی پرورش حرام کے مال سے ہوئی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟"۔

(رواه مسلم ، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اکلِ حرام یا حرام غذا دعاؤں کی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، انسان کے پیٹ میں جب حرام لقمہ یا حرام گھونٹ چلا جائے تو اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ حرام۔ کمانے اور حرام کھانے سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

4) گناہوں کی کثرت:

چوتھاPoint ہے کہ کثرتِ معاصی سے یعنی بہت زیادہ گناہ کرنے سے بھی دعائیں کمزور ہو جاتی ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور شیخ بن باز رحمہ اللہ نے قرآن اور صحیح احادیث کے استقراء سے بات اخذ کہ انسانوں پر آنے والی مصیبتیں دراصل اس کے برے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں، بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رحیم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کریم ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ معاف کر دے گا، ایک طرف دعائیں بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف گناہ بھی جاری رکھتے ہیں، سود کھا رہے ہیں فواحش اور بدکاری کا ارتکاب بھی کر رہے ہیں، جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور بہتان طرازی میں بھی مبتلا ہیں، اور پھر توبہ کرنے کا کوئی جذبہ بھی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان کی دعائیں گناہ کی کثرت کی وجہ سے بڑی کمزور ہو جاتی ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" إِنَّ اللّهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ [الرعد:١١] "

"کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے"۔

گناہوں کو چھوڑ کر جب تک نیکی کی طرف نہیں آئیں گے اس وقت تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کبھی کبھی بندوں پر رحم کھا کر کچھ قبول کر لیتا ہے۔۔ لیکن اصول یہ ہے کہ پہلے استغفار کرنا پڑے گا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سورہ نوح میں ارشاد فرماتا ہے:

" فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (١٠) يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا (١١) وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا (١٢) "

اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا"۔

لہذا پہلے گناہ کو چھوڑ دیجیے، اس کے بعد فرائض کی پابندی کیجیے، اور اس کے بعد بکثرت نوافل کا اہتمام کیجیے، پھر دیکھئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کی مدد وہاں سے کرے گا جہاں سے آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔ نوافل کی پابندی کے سلسلے میں ہم قدرے سست اور لاپرواہیں اور جواز یہ رکھتے ہیں کہ نوافل تو فرض نہیں ہیں، بے شک نوافل فرض

نہیں ہیں لیکن اللہ کے نزدیک ان کی اہمیت مسلم ہے، یہ بندے اور رب کے تعلق اور رشتے کو پائیدار بناتے ہیں۔ نیز نوافل کے مطلق ذکر سے ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد صرف نفل نماز، روزہ اور عمرہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کسی کی مدد کرنا بھی نفل کام ہے، کسی کا قرض ادا کر دینا بھی نفل کام ہے اور کسی کی کچھ مالی امداد کرنا بھی نفل کام ہے، دینی جلسوں میں آگے بڑھ کر ذمہ داریاں ادا کرنا بھی نفلی کام ہے، مساجد میں خدمت کرنا بھی نفلی کام ہے، دعوتوں میں آگے بڑھ کر مہمان نوازی کرنا بھی نفلی کام ہے۔ زندگی کے سارے شعبوں میں نیکی کے کام آگے بڑھ کر کرنے کی اگر عادت بنائی جائے تو نوافل کی فضیلتوں سے ہم فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

نوافل کی فضیلت کیا ہے؟ اس کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس صورت میں بندے کو اپنا ولی بنالے گا، بڑے بڑے علماء سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے حق میں دعا کیجیے جیسے گذشتہ زمانہ سے ابن صلاح رحمہ اللہ، امام بن تیمیہ رحمہ اللہ، آج کے زمانہ میں بھی بہت سارے علماء ہیں جن کے پاس لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمارے حق میں دعا کر دیجئے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا آپ کو پتا بھی ہے؟ کیونکہ یہ اللہ کے نیک بندے فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی بڑے ذوق و شوق سے اہتمام کرتے ہیں، جو ایسا کرتا ہے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

" و مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا

فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَه"

(الراوي: أبو هريرة | المحدث: البخاري | المصدر: صحيح البخاري | الصفحة أو الرقم: 6502، كتاب الرقاق، باب التواضع)

"میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میرے قریب آتا رہتا ہے حتی کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو (گویا) میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ سے وہ کچھ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے کچھ سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ عطا کرتا ہوں، اور میں کسی بھی کام کے کرنے میں تردّد اور پس و پیش نہیں کرتا مگر اس وقت جب کہ مومن کی جان نکالنے کا وقت ہو کیونکہ وہ (موت کی بظاہر تکلیف سے) ڈرتا ہے اور اسے یہ تکلیف دینا بھی مجھے پسند نہیں ہے"۔

5) تکبر کے ساتھ دعا کرنا ہے:

دیگر ساری عبادتوں کی طرح دعا کے درمیان بھی بندے کو عاجزی، تذلل اور آہ وزاری کی صفات کو اپنانا اور اپنے آپ کو تکبر سے بچانا چاہئے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہے کہ دعاؤں کے درمیان تکبر کیسے ممکن آتا ہے؟ اس کے کئی مطلب ہیں، پہلی قسم ان لوگوں کی ہے

جو سرے سے دعا مانگتے ہی نہیں، نماز جیسی بنیادی اور اہم ترین عبادت سے ہی غافل رہتے ہیں تو دعا کب اور کیسے مانگیں گے، جمعہ جمعہ ایک بار نماز ادا کرنے والے دعا سے کس قدر دور رہتے ہیں، اور جو سال میں صرف عیدین کی نماز پڑھتے ہیں ان کا تو کیا کہنا، اس قسم کے لوگوں سے جب نماز سے دوری کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ " میں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ میں نماز پڑھوں؟ اور بعض کہتے ہیہ " میں دل کی نماز ادا کرتا ہوں " نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا:

"من لم يسال الله يغضب عليه"(الترمذي حسن)

جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا، جو کچھ ہوتا ہے وہ محنت سے ہوتا ہے، یہ لوگ دلیل بھی دیتے ہیں کہ دیکھو کتنے لوگ ہیں دعا کر رہے ہیں پھر بھی جہاں کے وہیں ہیں اور مجھے دیکھو کہ اپنی محنت کے سبب کس قدر آگے بڑھ گیا اور مالدار ہو گیا ہوں، اس کا مطلب محنت ہی سب کچھ ہے "، بعض لوگوں کے پاس عجیب قسم کا Confidence ہوتا ہے یہ اکثر کہتے ہیں کہ " میں ہر چیز اپنی محنت سے حاصل کر لیتا ہوں، مساجد میں جا کر نماز پڑھنا اور دعائیں کرنا یہ سب پرانا طریقہ ہے "، اِن لوگوں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے، دعا کر کے محنت چھوڑ دینا بھی غلط ہے اور محنت چھوڑ کر محض دعا پر اکتفا کرنا بھی غلط ہے، جو مومن ہوتا ہے وہ محنت بھی کرتا ہے اور دعا بھی کرتا ہے، اونٹ کو رَسّی سے باندھتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ بھی کرتا ہے، اس لئے محنت بھی کریں اور دعا بھی کریں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی بھی دعا کو ضائع نہیں کرتا۔ آپ کی دعا قبول ہو گی یا پھر آپ کی دعا آخرت کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ذخیرہ کر کے رکھیں گے، یا پھر اس

دعا کی بدولت آنے والی کوئی مصیبت ٹال دی جائے گی۔ تکبّر کا مطلب ہی اس وقت سمجھ میں آتا ہے جب آپ اللہ کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے، اور جب آپ ہاتھ پھیلائیں گے تو آپ کا تکبر ٹوٹے گا۔۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" إنَّ ربَّكم حييٌّ كريمٌ يستحيي من عبدِه أن يرفعَ إليه يدَيْه فيرُدهما صِفرًا أو قال خائبتَيْن "

(الراوي: سلمان الفارسي | المحدث: الألباني | المصدر: صحيح ابن ماجه، الصفحة أو الرقم: 3131 | خلاصة حكم المحدث: صحيح "، كتاب الدعاء، باب رفع اليدين في الدعاء)

"بے شک تمہارا رب بڑا باحیا اور کریم ہے اسے اس بات سے شرم آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان دونوں کو خالی یا ناکام لوٹائے"۔

بعض لوگ بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا مانگتے ہیں، بعض لوگ چہرے پر رُعب کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالی سے ایسا مانگا جائے جیسے کوئی فقیر عاجزی اور انکساری کے ساتھ مانگتا ہے، اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے مِلا کر اور انہیں اپنے کندھوں کے سامنے لا کر مانگیں۔۔ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" وأما التفريج والمباعدة بينهما فلا أعلم له أصلا لا في السنة ولا في كلام العلماء "

(الشرح الممتع" (٤/٢٥))

"دعاؤں کے درمیان ہاتھ کھول کر gap یعنی فاصلہ دینے کی کوئی حدیث یا علمائے کرام کی کوئی ایسی بات نہیں ملتی ہے"۔ دعا اس طریقہ سے مانگنی چاہیے کہ ہم اللہ کی مدد کے ہر

وقت محتاج ہیں، جیسے "اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ! اگر تو نہ دے تو پھر کون دینے والا ہے؟"،
گڑ گڑا کر لاچاری کے ساتھ اور بے بسی کے ساتھ دعا کریں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ " سورة الاعراف

"تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔
واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں"۔

6) بے یقینی اور شک وشبہ کی کیفیت:

دعائیں اللہ تعالی سے ایمان، یقین اور مکمل توکل کے ساتھ مانگی جانی چاہیے، سورہ نمل میں
اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

" أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنبِتُوا شَجَرَهَا ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ (٦٠) أَمَّن جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٦١) أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (٦٢)أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ تَعَالَى

اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (٦٣) "

" بھلا بتاؤ تو؟ کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے)، کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں، بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو، کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ بلند و بالاتر ہے "۔ ان تمام آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

اسی طرح آیۃ الکرسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (٢٥٥) "

"اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے"۔

غیر اللہ سے دعائیں کرنے والوں کو اللہ کا صحیح تعارف نہیں ہے، ان لوگوں کے پاس ولیوں اور پیروں جو مقام ہے، وہ مقام بھی اللہ تبارو تعالی کو دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے: وماقدرواالله حق قدره، کہ انہوں نے اللہ کی ویسی قدر نہیں کی جیسی کہ کرنی چاہیے تھی، اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا انہیں صحیح تعارف ہوتا اور اس عقیدہ توحید کا انہیں صحیح ادراک ہوتا تو ان کی دعاؤں میں ایمان و یقین کی روح ہوتی اور ان کی دعائیں ضرور قبول ہوتیں۔۔۔

بہت سے لوگ طویل طویل دعا کرتے ہیں اور آخر میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ " اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ! ہماری دعا نبی اکرم ﷺ کے صدقے اور طُفیل میں قبول فرما" حالانکہ اس طرح کہنے سے ساری دعا ضائع ہو جاتی ہے، کیوں کہ یہ اس طرح کا وسیلہ ثابت نہیں، دیگر دلائل کے علاوہ ایک عام سی بات غور کرنے لائق ہے کہ یہ الفاظ یا

طریقہ کسی صحابی اور تابعی سے منقول نہیں ہے، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں وہ ہم سب سے زیادہ آگے تھے، ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جس عمل میں شرک وبدعت شامل ہو جائے وہ عمل غارت ہو جائے گا۔

7)دعا کی شرطوں کا خیال نہ رکھنا

1: دُعا خالص اللہ سے مانگی جائے

دعا کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ دُعا خالص اللہ سے مانگی جائے، دُعا کسی اور سے یا کسی اور کو دِکھانے کے لئے نہیں ہونی چاہیئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾ " سورة غافر "

"تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لیے دین کو خالص کر کے گو کافر برا مانیں"۔

دُعا ہدایاتِ نبوی ﷺ کے مطابق مانگنی چاہئے

2: دُعا نبی اکرم ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق مانگنی چاہیئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ " سورة محمد"

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت

نہ کرو"۔

3: اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دُعا مانگنی چاہیئے

اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دُعا مانگنی چاہیئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" يقول الله تعالى : أنا عند ظن عبدي بي "

(رواہ البخاري، رقم الحديث: 7405، الراوي: ابو هريرة)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : " میں میرے بندے کے گمان اور یقین کے مطابق ہوں"۔

4: دعا پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ:

دعا پورے عزم و حوصلہ اور ارادے کی مضبوطی کے ساتھ مانگنی چاہئے، جیسے اس طرح کہنا کہ " اے اللہ! اگر تو مجھے نہیں دیگا تو میں کہاں جاؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ادعوا اللَّهَ وأنتُم موقِنونَ بالإجابَةِ " الراوي : أبو هريرة | المصدر : صحيح الترمذي " خلاصة حكم المحدث: حسن

اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو اس ارادہ کے ساتھ کہ تمہیں قبولیت کا مکمل یقین ہو"۔

5: دُعا غافل دل سے نہیں مانگنی چاہیئے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" واعلَموا أنَّ اللَّهَ لا يستجيبُ دعاءً من قلبٍ غافلٍ لاهٍ " "

الراوي : أبو هريرة | المحدث : الألباني |المصدر : صحيح الترمذي | الصفحة أو الرقم : ٣٤٧٩ | خلاصة حكم المحدث :حسن ، ابواب الدعوات ، باب "

"اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالی غافل اور لہو ولعب میں مُبتلا دل سے دُعا قبول نہیں کرتا"۔

8) دعائیں کرنے والے کا درج ذیل نیکیاں نہ کرنا

دعا کی قبولیت کے لیے دعا کرنے والے کو یہ نیکیاں کرنی چاہیئے۔

1: توبہ واستغفار:

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو گناہ کر رہے ہیں انہیں ہم ترک کرنے کا اللہ کے حضور اعلان کریں اور معافی مانگیں، ان گناہوں کے کرنے کی ندامت بھی ہمارے دل میں ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم اور پختہ ارادہ بھی ہو۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾ "

"اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا"۔

2: شکر:

شکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

" وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ " سورة ابراهيم "

"اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے"۔

ASK ISLAMPEDIA
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

10,9: دُعا کے آداب کا لحاظ نہ کرنا

ہاتھ اٹھا کر دعا کریں:

سب سے پہلے مومن بندہ اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنے کندھوں کے برابر لائے، اگر زیادہ مصیبت ہو تو ہاتھ سَر کے اوپر تک لے جاسکتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگِ بدر میں

کیا تھا۔ اسی طریقہ سے بارش کے موقع پر اتنا ہاتھ اُٹھائے کہ آپ کے بغل نظر آجائیں اور آپ کے دونوں ہاتھوں کا پچھلا حصہ نظر آئے۔۔ اب یہاں پر لوگوں نے ایک بات غلط سمجھ لی ہے اور لوگوں میں یہ بات عام ہے کہ اُلٹے ہاتھ سے بارش کی دعا کی جائے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے الٹے ہاتھوں سے دعا مانگنے سے منع فرمایا ہے۔

دعا میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کریں:

اس کے بعد "الحمد للہ" پڑھے، یعنی اللہ کی تعریف بیان کرے، حدیث میں ہے کہ:

" بينا رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ قاعدٌ إذ دخلَ رجلٌ فصلَّى فقال: اللَّهمَّ اغفر لي وارحمني، فقالَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّم: عجِلتَ أيُّها المصلِّي، إذا صلَّيت فقعدتَ فاحمَدِ اللَّهَ بما هوَ أَهلُه، وصلِّ عليَّ ثمَّ ادعُه. قال: ثمَّ صلَّى رجلٌ آخرُ بعدَ ذلِكَ فحمدَ اللَّهَ وصلَّى على النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ فقالَ لَهُ النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّم: أيُّها المصلِّي ادعُ تُجَب " " الراوي : فضالة بن عبيد | المحدث : الألباني |المصدر : صحيح الترمذي ، الصفحة أو الرقم: ٣٤٧٦ | خلاصة حكم المحدث :صحيح ، ابواب الدعوات ، ٦٥ باب)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اسی وقت ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی اور اس نے کہا کہ "اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ

پر رحم فرما"، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے نماز پڑھنے والے تو نے جلدی کر دی ہے، جب تم نماز پڑھو تو تم بیٹھو! پھر اللہ تعالی کی تعریف بیان کرو جس طرح کہ اس کی تعریف کرنی چاہئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو! پھر اللہ تعالی سے دُعا کرو!"، راوی کہتے ہیں کہ کچھ دیر بعد ایک دوسرے آدمی نے نماز پڑھی، اللہ تعالی کی تعریف بیان کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے نماز پڑھنے والے تم دُعا کرو تمہاری دُعا قبول ہو گی"۔

دعا میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجیں:

دُعا کرنے سے پہلے اللہ تعالی کی تعریف بیان کریں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی بھیجیں:

عن عليٍّ رضيَ اللهُ عنهُ قال : كل دُعاءٍ محجوبٌ حتَّى يصلِّي على محمَّدٍ [وآلِ محمَّدٍ] " " الراوي : [عاصم بن ضمرة] | المحدث :الألباني | المصدر : صحيح الترغيب |الصفحة أو الرقم : ١٦٧٥ | خلاصة حكم المحدث : صحيح لغيره :

حضرت علی رضی اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر دُعا اس وقت تک روک دی جاتی جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے"۔

درود بھی وہ درود پڑھیں جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، درود کے Made in India

صیغوں سے بچنا چاہیے جیسے درودِ لکھی، درودِ گنجینہ، درودِ تاج وغیرہ، یہ سب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ اسی طرح صحیح درود کے الفاظ میں لفظ " سیدنا" کا جو اضافہ کیا جاتا ہے وہ بھی غلط ہے۔ درود کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس نے دعا میں ایک مرتبہ درود پڑھ لیا تو اس نے دعا کا ایک لیول Level پار کر لیا، جس نے دو مرتبہ پڑھا تو اس نے دُعا کا دوسرا لیول پار کر لیا، اگر دعا لمبی ہو جائے تو درود پھر سے پڑھ لیں اس سے دعا میں Power آئے گا اور تاثیر پیدا ہو گی۔ دعا ختم کرنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر درود پڑھ کر ختم کریں تو ان شاء اللہ! دعا قبول ہو جائے گی۔ بعض احباب ہمارے تئیں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ہم درود کا اہتمام نہیں کرتے جب کہ ہم. تو ہماری دعاؤں میں تین تین مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ درود پڑھتے ہیں۔

دُعا کرتے وقت " استغفر اللہ " کثرت سے پڑھیں:

دُعا کرتے وقت "استغفر اللہ" کثرت سے پڑھیں کیونکہ "استغفر اللہ" بار بار پڑھنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہو جاتی ہے، جب بھی زندگی میں مصیبتیں اور پریشانیاں زیادہ آجائیں تو " استغفر اللہ " کا کثرت سے وِرد کریں ان شاء اللہ! مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مشینوں میں اگر زیادہ آواز آنے لگے تو ہم تیل ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے ساری آوازیں ختم ہو جاتی ہیں، اسی طرح "استغفر اللہ" زندگی کی ساری آوازوں کو ختم کر دے گا، کوئی آپ کے خلاف سازش کر رہا ہے تو " استغفر اللہ " کے ذریعہ سے اس کا مقابلہ کریں کیونکہ زندگی میں " استغفر اللہ " پڑھنے کی مثال ایک صابن کی ہے جو گناہوں کو دُھو دیتا ہے اور " ذکر " کی

مثال عطر کی ہے جو خوشبو پھیلا دیتا ہے۔

دعا مومن کا ہتھیار ہے، اس میں وہ طاقت ہے جو بڑی بڑی چٹانوں کو ہٹا دے۔ جیسا کہ صحیح حدیث کے مطابق بنی اسرائیل کے تین افراد غار میں پھنس چکے تھے اور غار کے مُنہ کو ایک بڑی چٹان نے بند کر دیا تھا، تینوں نے دعا کی تو وہ چٹان ہَٹ گئی۔ دعاؤں سے سمندروں میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ موسی علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور سمندر میں راستے بن گئے۔ دعا طوفانوں کو ہَٹا دیتی ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ ہوا، نوح علیہ السلام کشتی میں بیٹھے اور دعا کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے طوفان کو روک دیا۔ موسی علیہ السلام اپنے شہر سے دور ایک اجنبی مقام پر پہنچ گئے اور اس وقت ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں تھا اور نہ ہی ان کا کوئی ٹھکانہ تھا، موسی علیہ السلام نے دعا کی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (٢٤) " سورة القصص "

"پس آپ نے خود ان جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں"۔

اس دُعا کے بعد موسی علیہ السلام کو نوکری بھی مل گئی، اور روزی کے ساتھ صالح اور باحیا شریکِ حیات بھی مِل گئی۔ ابراہیم علیہ السلام کو اولاد نہیں تھی، انہوں نے دعا کی:

" رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ " سورة الصافات

"اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما"، اس دُعا سے ابراہیم علیہ

السلام کو اولاد نصیب ہوئی۔

زکریا علیہ السلام کو اولاد نہیں تھی، انہوں نے بھی دعا کی کہ:

" هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (٣٨) " سورة ال عمران "

اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے"۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی جنگِ بدر کے موقع پر دُعا کی تو فرشتے مدد کے لئے زمین پر اُتر آگئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم سے کہیں نہ کہیں دعا مانگتے وقت کوئی غلطی ہو رہی ہے ؟!!!۔

اگر آپ کے حالات بہت خطرناک ہیں اور باوجود ہزار تدبیروں کے حالات بدل نہیں رہے ہیں تو "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کے ورد کا اہتمام کریں یا رات میں یہ پڑھ کر سو جائیں پھر صبح اٹھ کر دیکھیں سارے کام بن جائیں گے، ان شاء اللہ!، جیسے قدیم زمانہ میں لوگ بادشاہوں کے دربار کے دروازوں کے سامنے لیٹ جاتے تھے اسی طرح اللہ تعالی کے دربار کے سامنے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھتے ہوئے لیٹ جائیں ان شاء اللہ! اللہ سبحانہ و تعالیٰ سارے حالات پلٹ دے گا۔ بعض دفعہ اچھے حالات کے بعد بُرے حالات آجاتے ہیں تو اس وقت یہ دعا پڑھیں " « اللهم إني أعوذ بک من الحور بعد الكور " " اے اللہ! خیر سے شر کی طرف لوٹنے سے میری تیری پناہ طلب کرتا ہوں "۔ اور اسی طریقہ سے یہ دعا پڑھیں:

" اللهمَّ إنِّي أعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ " " نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم مذکورہ چیزوں سے پناہ طلب کرتے تھے، ملاحظہ کیجئے : الراوي : أبو هريرة | المحدث : البخاري | المصدر :صحيح البخاري ، الصفحة أو الرقم: ٦٣٤٧ ، كتاب الدعوات ، باب التعوذ من جهد البلاء "

"اے اللہ! بلا و مصیبت کی سختی سے تباہی اور بد بختی تک پہنچنے سے قضاء و قدر کی برائی سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔

اگر مصیبتیں زیادہ ہو جائیں اور اس سے نکلنے کا راستہ دِکھائی نہ دے تو یہ دعا پڑھیں "{لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ} " سورۃ الانبیاء " " الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا"، یہی دُعا پڑھ کر یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر نکل آئے تھے۔

بعض مخصوص اوقات جن کے سلسلے میں واضح نبوی ہدایات ہیں، ان اوقات میں دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ان لمحات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور بعض جگہیں ہیں جہاں پر دعا نہیں مانگی جاسکتی، ان کی ایک فہرست ہے جن کا ذکر یہاں تفصیل کا متقاضی ہوگا، مزید تفصیل کے لیے درج ذیل ویب سائٹ askislamicpedia.com سے آپ رجوع کر سکتے ہیں۔

ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور دعا گو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں دعاؤں کے سارے آداب وطریقے ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، ان چیزوں سے ہمیں بچائے جن

سے ہماری دعائیں رَد ہو جاتی ہیں، اے اللہ! ہمیں صرف تجھ ہی سے مانگنے والا بنا، اور اس بات کی توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلیں اور ہماری دُعا اور ہمارے تمام اعمال اسی طریقے کے مطابق ہوں، آمین۔

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

میڈیا اور ٹیکنالوجی کے دور میں بچوں کی اسلامی تربیت کے دس رہنما اصول

التمھید

دینِ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے اور حیات و ممات سے جڑے ہر مسئلے کی کافی وشافی رہنمائی موجود ہے۔ انسان کی عائلی زندگی بے شمار مسائل کی آماجگاہ ہوتی ہے، جن سے ہر ذمے دار فرد کو گزرنا اور دوچار ہونا پڑتا ہے، ان مسائل کے دوران وہ مسلسل ان کے حل کی تلاش میں رہتا اور مختلف الجھنیں سلجھانے کی فکر میں لگا رہتا ہے، اولاد کی پیدائش کے بعد یہ مسائل اور بڑھ جاتے ہیں، بالخصوص آج کے اس جدید ترقی یافتہ دور میں جہاں سائنس، میڈیا اور ٹیکنالوجی کا دور دورہ ہے، جس کے اپنے فوائد تو ہیں ہی مگر ساتھ ہی کئی ایک نقصانات بھی مسلم ہیں، کہ ٹیکنالوجی بھی ایک وسیلہ ہی ہے جس کا غلط استعمال معاشرے کے بگاڑ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے، چنانچہ ہر سلیم الفکر انسان متفکر ہے کہ آج کے دور میں بچوں کی صحیح اور اسلامی تربیت کیسے کی جائے۔ آئندہ سطور میں آپ کے سامنے دس ایسے رہنما اصول پیش کیے جارہے ہیں جن کی روشنی میں ہم ان شاء اللہ اپنے بچوں کی تربیت صحیح طور پر کر سکیں گے اور عصرِ حاضر کی جدید تاریکیوں سے ان کی مکمل حفاظت بھی کر سکیں گے۔

1۔ پہلا اصول:

دعا مومن کا ہتھیار ہے، بچوں کی تربیت کے سلسلے میں دعا کا سہارا لینا نہایت ضروری ہے۔

بہت سارے گھروں میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ ماں باپ نے تربیت کے سلسلے میں

بڑی محنت کی جیسا کہ بچوں کے کمروں میں چھت سے لے کر فرش تک (Do) اور (Don't) کے بڑے بڑے پوسٹر لگادئے۔ یہاں تک کہ جب بچہ سے پوچھا گیا کہ تمہارا نام کیا ہے تو بچہ نے کہا کہ میرا نام (Do) اور (Don't) ہے۔ مگر نتیجہ خاطر خواہ نہ نکل سکا، یعنی آپ اپنے بچے کی کتنی ہی تربیت کیجئے کوئی گیارنٹی نہیں کہ آپ کے بچے کو صحیح راستہ مل ہی جائے اس وقت تک جب تک کہ آپ بچہ کے لیے کثرت سے دعا نہ کریں۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ قلوبَ بَني آدمَ كلَّها بينَ إِصبَعينِ من أصابعِ الرَّحمنِ كقلبٍ واحدٍ. يصرِفُهُ حيثُ يشاءُ" (صحیح مسلم:2654) ترجمہ: "سارے بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان صرف ایک دل کی مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہے ان دِلوں کو پھیر سکتے ہیں"۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ یا استاد بچوں کے دلوں کو نہیں پھیر سکتے۔ ہماری نصیحتوں کا بچوں پر اس وقت تک اثر نہیں ہو گا جب تک کہ اللہ کی توفیق اور مدد شامل نہ ہو۔

لہذا پہلا راستہ یہ ہے کہ ہم اس مسئلے کے لیے دعا کا راستہ اپنائیں، دعا کے ذریعے ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، مثال کے طور پر اسلامی طریقے کے مطابق جب شادی ہوتی ہے تو سارے ملنے والے دولہا اور دلہن کو یہ دعا دیتے ہیں "بارَكَ اللهُ لَكَ، وبارَكَ عليكَ، وجمعَ بينَكُما في خيرٍ" (سنن أبي داود: 2130) "ترجمہ: اللہ تعالی تمہیں برکت نصیب فرمائے۔ تم پر اپنی برکت فرمائے۔ اور تم دونوں کو خیر کے معاملہ میں اکھٹا کرے"۔ گویا کہ پہلے ہی دن پوری کمیونیٹی تمہیں اچھائی کے لیے اور نیک اولاد کے لیے دعا دیتی ہے۔ اور جب ازدواجی تعلقات قائم ہوتے ہیں تو شادی کی رات مومن بندہ دو

دعائیں پڑھتا ہے:

1۔اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأَلُكَ خَيرَهَا وَخَيرَ مَا جَبلْتَهَا عَلَيهِ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمن شَرِّ مَا جَبلْتَهَا عَلَيهِ"(سنن أبي داود:2160)"اے اللہ!اس خاتون کے خیر کا اور اس خیر کا جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے میں تجھ سے سوال کرتا اور اس کے شر سے اور اس شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں"

2۔دوسری دعا مومن بندہ یہ کرتا ہے:" بِاسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيطَانَ مَا رَزَقْتَنَا "((صحیح البخاري:6388)"ترجمہ:اللہ تعالی کے نام سے،اے اللہ تعالیٰ!تو ہم سب کو شیطان سے بچا اور جو اولاد آنے والی ہے اس کو بھی تو شیطان سے بچا"۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ابھی اولاد نہیں ہوئی،ابھی شادی کی پہلی رات ہے لیکن دعا کتنے پہلے کی جارہی ہے یعنی اسلام میں تربیت کی فکر اول روز سے ہی کی جاتی ہے۔

بہت سے لوگ جنہیں اولاد نہیں ہوتی وہ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اسلام میں اس کے لیے بھی دعا سکھائی گئی ہے۔ الاستشفاء بالقرآن یعنی قرآن مجید کی آیات کے ذریعہ اللہ تعالی سے شفاء طلب کرنا۔ایسے کئی ماں باپ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں کہ اولاد ہو جائے اور انہیں اولاد نہیں ہو رہی ہے، ایسے والدین کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں،ایسے حالات میں بھی دعائیں بتلائی گئی ہیں۔جیسا کہ سورۃ الشوری سورہ نمبر 42 آیت نمبر 49-50 پڑھ سکتے ہیں:(لِّلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ)۔

اور سورہ یٰس سورہ نمبر 36 اور آیت نمبر 82 بھی پڑھ سکتے ہیں: (إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ)۔

اب اس کے بعد حمل ٹھہر جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ ہمیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ حمل ساقط ہو رہا ہے ایک نہیں دو نہیں تین نہیں بلکہ کئی مرتبہ ساقط ہو چکا ہے تو کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جس سے شفاء ملے اور حمل گرنے سے بچ جائے؟ آپ ایک آیت اس موقعہ پر اپنے گھر میں پڑھنے کے لیے بتلا سکتے ہیں، سورۃ الرعد سورۃ نمبر 13 کی آیت نمبر 8 میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: " اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ "

ایک اور مسئلہ آتا ہے کہ حمل تو موجود ہے لیکن complications بہت زیادہ ہیں بچہ نے رگ اپنی گردن میں ڈال لی ہے بچہ کا گروت growth نہیں ہو رہا ہے یا بچہ یا ماں کو کچھ نہ کچھ بیماری لگتی جا رہی ہے۔ ایسے وقت کے لیے بھی ہمیں دعائیں سکھائی گئی ہیں کہ عورت کو دورانِ حمل کن کن دعاوں کا اہتمام کرنا چاہیے سورہ مرسلات سورہ نمبر 77 آیت نمبر 20، 21، 22، 23 یہ آیات اس مسئلہ کے لیے ہم پڑھ سکتے ہیں:

"أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (20) فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (21) إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ (22) فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ (23)"

ان تمام اعمال کو کہتے ہیں الاستشفاء بالقرآن یعنی قرآن سے شفاء حاصل کرنا۔ اب یہاں پر لوگوں کو خواہش ہو رہی ہے کہ اے اللہ! ہمیں صرف بچیاں ہو رہی ہیں ایک لڑکا بھی دیدے۔ کیا اسلام میں جائز ہے کہ خصوصی طور پر لڑکے کی خواہش کی جائے؟ جی بالکل جائز ہے کیونکہ زکریا علیہ السلام نے لڑکے کی خواہش کی اور اللہ سے دعا مانگی کہ " اے

اللہ! مجھے لڑکا عطا فرما جو میرا وارث بنے اور میرے کام کو آگے بڑھائے" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں اولاد عطا کی۔ لہذا سورہ مریم سورہ نمبر 19 آیت 1 سے 10 تک پڑھنے سے اس مسئلہ میں شفاء حاصل ہو سکتی ہے اور ایک دعا ہے سورہ نوح سورہ نمبر 71 آیت نمبر 12 پڑھئے" فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (10) يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا (11) وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا (12)"

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ "يُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ" اگر تم استغفار کثرت سے کریں گے تو اللہ تعالیٰ مال اور لڑکے عطا کریں گے۔ یہ آیت پڑھیں گے تو اس مسئلہ سے آپ کو شفاء ملے گی۔

پھر بعض دفعہ شکایت آتی ہے کہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد مر رہا ہے، یہ بڑا غم والا مسئلہ ہے بھائی۔۔! کیا اس کے لیے بھی کچھ دعائیں ہیں؟ ایک، دو یا تین مرتبہ ایسا ہو جائے تو آخر اس باپ پہ کیا گذرتی ہوگی؟ قرآن میں ایسے مسئلے کے لیے بھی استشفاء بالقرآن بتلایا گیا ہے۔ سورہ صافات سورہ نمبر 37 آیت نمبر 76 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں" وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ "ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو اس زبردست مصیبت سے بچا لیا"۔ یہ آیت پڑھیں گے تو وہ عورتیں جن کے حمل کے بعد بچے مر جاتے ہیں ان شاء اللہ ان کا بچہ بچ جائے گا۔

بچہ پیدا ہو گیا لیکن اس کے بعد شکایت آتی ہے کہ بچہ کی صحت برابر نہیں ہے، بچہ بول نہیں پا رہا ہے بچہ کی گروت نہیں ہو رہی ہے یا بچہ کا مائینڈ (mind develop) نہیں ہو رہا ہے، کیا ان شکایات کے لیے بھی دعا ہے؟ اس کے لیے بھی دعا

ہے سورہ آل عمرآن سورہ نمبر تین آیت نمبر 38 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (38) "یہ پڑھ لیجئے ان شاء اللہ شفاء ملے گی۔

پھر شکایت آتی ہے کہ بچہ اچھا ہے لیکن آگے کی گروت نہیں ہو رہی ہے، بچہ لمبا نہیں ہو رہا ہے، کیا اس کے لیے بھی شفا ہے کیا؟ اس کے لیے سورہ آل عمرآن سورہ نمبر 3 آیت نمبر 37 پڑھئیے" فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا "۔

لیکن اس سے پہلے ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے کہ بچہ آپریشن سے پیدا ہوا ہے لیکن ہمارا خیال ہوتا ہے کہ بچہ اگر نارمل ڈیلیوری (delivery) سے ہوجائے تو بچہ کی صحت اچھی ہوگی، کیا اس کے لیے بھی دعا ہے؟ سورہ عبس سورہ نمبر 80 آیت نمبر 20 پڑھئے" ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ "اس کا اثر ضرور نظر آئے گا۔

شہر حیدرآباد میں کئی ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ ڈاکٹروں نے کہہ دیا آپریشن لازم ہے لیکن الحمدللہ اس آیت کی برکت سے نارمل ڈیلیوری (delivery) نصیب ہوئی۔

جب بچہ پیدا ہوا اور بڑا ہوا تو کہتے ہیں کہ مولانا دعا کیجئے میرا بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا رہے، اس مسئلہ کے لیے پڑھئے ان آیات کو سورہ فرقان سورہ نمبر 25 آیت نمبر 74" وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا "ان آیات میں مومنین کا کہنا ہے کہ اے اللہ! ہماری اولاد کو اور فیملی کو تو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔

Ask Islampedia
Gateway for Islamic Information
Free Online Islamic Encyclopedia

اور اگر آپ یہ خواہش کریں کہ بچہ نیک بنا رہے تو آپ یہ دعا کریں سورہ صافات سورہ نمبر 37 آیت نمبر 100 پڑھئے" رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ"۔

پھر خواہش ہوتی ہے کہ مولانا ہمارا بچہ نمازی بنا رہے تو یہ دعا پڑھ لیجئے سورہ ابراھیم سورہ نمبر 14 آیت نمبر 20" رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ"۔

پھر یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرا بچہ اِلحاد، دہریت اور مادہ پرستی میں یا غلط عقیدے میں اور غلط فرقوں میں نہ چلا جائے تو یہ آیت پڑھ لیجیے سورہ ابراھیم سورہ نمبر 14 آیت نمبر 35" وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔

لہٰذا دعاؤں کا کثرت سے اہتمام کرنا بھی ایک راستہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بچوں کو آج کے میڈیا اور ٹیکنالوجی کے دور میں اس کے نقصانات سے بچا سکتے ہیں۔ یہ سب تجربہ اور مشاھدہ سے ثابت ھے۔ میری اور آپ کی کتنی بھی ذہانت ہو ہم گیارنٹی نہیں دے سکتے کہ ہم اپنے بچوں کو بچالیں گے لیکن دعاؤں میں وہ طاقت ہے کہ اللہ تعالی نے اگر ہماری دعائیں سن لیں تو ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

2۔دوسرا اصول:

دوسرا نکتہ تربیت کے تین سنہرے اصولوں Golden rules کا خیال رکھنا ہے، اگر ہم ان تین اصولوں کی پاسداری میں کامیاب ہوں گئے تو ان شاء اللہ بڑے سے بڑا باطل وار بھی ہمارے بچوں پر اثر نہیں کرے گا چاہے وہ میڈیا یا ٹیکنالوجی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہو۔ تربیت کے تین سنہرے اصول یہ ہیں:

1: توحید، 2: رسالت اور 3: آخرت

بچے کے دماغ میں اللہ کی محبت بٹھائیں کہ

بیٹا! یہ جو تمہیں آنکھیں ملی ہیں یہ اللہ کی ایک نعمت ہیں اللہ تمہیں کتنا چاہتا ہے۔۔۔!

بیٹا! یہ جو تمہارے کان ہیں یہ بھی اللہ نے دئے ہیں،

بیٹا! یہ زبان ہے یہ بھی تمہیں اللہ نے دی ہے،

بیٹا! جو یہ ماں باپ ہیں یہ بھی اللہ نے دیے ہے،

یہ جو گھر ہے اللہ نے دیا ہے

الغرض ہر وہ چیز جسے تم پسند کرتے ہو سب کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

لہذا جب کبھی تمہیں کوئی پرابلم آئے تو اللہ سے مانگ لینا۔

اس طریقہ سے جب بھی اللہ تعالی اور رسول ﷺ کا نام آئے گا تو خود بخود بچے میں محبت پیدا ہو گی۔

ہم صرف ڈر پر توجہ دیتے ہیں جب کہ محبت اور ڈر، خوف اور رجا دونوں ہی یکساں طور پر اہم اور ضروری ہیں۔

اور ساتھ میں بچے سے یہ بھی کہیں کہ دیکھو بیٹا۔۔! اللہ تمہیں دیکھ رہے ہیں" ان اللہ کان علیکم رقیبا"، توحید کے اعتقاد و اقرار کے بعد جوابدہی کا احساس کہ You will be accountable (کہ تم سے سوال ہو گا ور تم جواب دینے کے پابند ہو) ہونا چاہیے۔

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کا تعارف بھی کرائیں کیونکہ جب ہمارے بچے جوان ہو جاتے ہیں تو انٹرنیٹ پر دیکھتے ہیں اور love of Jesus جیسے موضوعات پر

زبردست پریزنٹیشن presentation سے ایک دم mesmerize ہو جاتے ہیں تب ہم جو اباً ڈانٹ ڈپٹ سے کام لیتے ہیں کہ مار پڑے گی یا اللہ تعالیٰ سزا دیں گے وغیرہ۔

ہم نے بچوں کو بچپن سے صرف ڈرایا ہے کہ بیٹا فلاں شیطان آجائے گا، فلاں خوفناک بوڑھا آجائے گا وغیرہ وغیرہ۔ ہم چٹکیوں میں تربیت کر دینا چاہتے ہیں، پل بھر میں انقلاب کی امید رکھتے ہیں جو کسی دیوانے کا خواب تو ہو سکتا ہے مگر حقیقت بالکل بھی نہیں، یہ ضروری ہے کہ ہم ان کے دلوں میں اللہ کی محبت کو جاگزیں کریں، خوف، محبت اور امید یہ سب اہمیت رکھتے ہیں، ان تمام کے تمام کے ساتھ تربیت کرنا ضروری ہے۔

اس سے پہلے کہ بچہ love of Jesus کا بورڈ پڑھے تو آپ اپنے گھر میں لگا دیجئے mercy of prophet اور یاد رہے کہ love اور Mercy کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔ ہم ان انبیاء کے درمیان فرق نہیں کرتے لیکن جس کا جو حق ہے اور جو مرتبہ ہے ہم اللہ تعالی کے حکم سے بیان کر دیتے ہیں۔ ہمیں بچوں کو بتلانا پڑے گا کہ محمد ﷺ کتنے رحم دل تھے؟ اور کیسے تھے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واقعات بچوں کو بتلانا پڑے گا۔

اور آخرت ۔۔۔! بچوں سے یہ کہیں کہ دیکھو بیٹا! تمہارے ہاتھ میں جو Gadgets ہیں اور اس میں تم جو کچھ بھی دیکھ اور سن رہے ہو تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ: "ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ "ایک ایک نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

جیسے جیسے بچے کی عمر بڑھتی ہے ویسے ویسے اس کی سمجھنے کی صلاحیت بھی بڑھتی رہتی ہے، اس کی سمجھ کے مطابق اسے توحید رسالت اور آخرت سے متعلق تعلیم دینا چاہیے۔ اسی مقصد سے ہم نے ایک کتاب (book) تیار کی ہے +5، +7 اور +9 جس

میں بچہ کی عمر کے حساب سے توحید کے مضامین سمجھائے گئے ہیں، بچوں کی عمر اور ان کی ذہنی سطح کے لحاظ سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے، اس میں طریق کار کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے کہ بچہ عمر کے کس مرحلے میں توحید کی کن باتوں کو سمجھ کر قبول کر سکتا ہے اور کون سی باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر ہوں گی، ان تمام چیزوں پر ریسرچ کرنے کے بعد یہ کتابیں چھاپی گئیں ہیں۔

لہذا دوسرا اصول یہ ہوا کہ تربیت کے تین سنہری اصول توحید رسالت اور آخرت کا خیال کرنا ضروری ہے۔

3۔تیسرا اصول:

تیسرا اصول ہے کہ تربیت کے رخobjective کو ذہن میں رکھیں۔ سوال یہ ہے کہ تربیت کے objective کا کیا مطلب ہے؟ کئی ماں باپ سے یہ سوال کیا گیا تو جواب آتا ہے کہ میرا بچہ میرے بڑھاپے کی لاٹھی بنے اور سہارا بنے۔ بہت محدود سوچ ہے ہماری، اس محدود سوچ کی وجہ سے ہم اپنے بچوں کو مقصدیت اور آفاقی سوچ دینے سے قاصر ہیں، ہم جس دینِ رحمت کے پیروکار ہیں وہ دین ہمارے لیے ہمہ جہت اور آفاقی پیغام طے کرتا ہے، اپنی ذات کے علاوہ معاشرے اور انسانیت کے لیے نفع بخش بنانے پر زور دیتا ہے، "خير أمة أخرجت للناس" کہہ کر ہمیں سب سے بہترین بننے کی تعلیم دیتا ہے ساتھ ہی ہماری سوچ کو صحیح رخ دینے کے لیے وضاحت کرتا ہے کہ تم لوگوں کی بھلائی کے لیے برپا کی گئی قوم ہو۔

لہذا ہمیں اپنی سوچ کو وسیع تر بنانے کی ضرورت ہے، اپنی ذات کے علاوہ ملک

و قوم اور ملت کے لیے حتی الوسع Contribute کرنے کی ضرورت ہے اور اسی فکر کی بنیاد پر ہمیں بچوں کی تربیت کی ضرورت ہے، کہ ہمارے بچے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پابند بنے، ان کی ذات ملک و قوم کے حق میں مفید اور نافع و انفع بنے۔ صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے اپنے بچوں کی تربیت کرنا رب کی دی عظیم امانت کے ساتھ نا انصافی ہے۔ ان شاءاللہ اگر آپ دوسروں کا خیال کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ہمارا خیال کرے گا اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ" (سورۃ محمد) "اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"۔

4۔ چوتھا اصول:

چوتھا اصول یہ ہے کہ آپ کی تربیت کا انداز حکیمانہ ہو جابرانہ نہ ہو۔ جابرانہ مطلب ہے کہ dictatorship والا انداز نہ ہو discussion والا انداز ہو، خاص طور پر اس وقت جب کہ بچہ 15، 16، 17 کا ہو۔ یہ ایک ایسا مرحلہ ہے جس وقت بچے کے دل و دماغ میں باغیانہ خیالات پیدا ہوتے ہیں، سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے، جیسے مجھے اب کسی کی بھی نہیں سننا یا اب میں بڑا ہو چکا ہوں۔ ایسے وقت ماں باپ کہتے ہیں کہ تجھے انجینئرنگ کرنا ہے تو کرنا ہے، آپ زبردستی کر رہے ہیں۔ ایسا طریقہ نہیں چلے گا یہ تو failed method ہے، ہمیں بچے سے کہنا ہو گا کہ بیٹا تم اب بڑے ہو چکے ہو اسلامی اعتبار سے بچہ 15 سال میں بڑا بن جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے لڑکی جب 15 سال کی عمر تک پہنچ جاتی ہے تو وہ اب لڑکی نہیں رہتی بلکہ وہ عورت بن جاتی ہے۔

لہذا جب بچہ اتنی عمر کو پہونچ جائے تو بچہ سے سوال کرنا ہو گا کہ بیٹا! آپ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اچھا! آپ انجینئرنگ کرنا چاہتے ہیں تو اس کی وجہ بتا سکتے ہیں کہ آپ یہ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اچھا! اس کے مثبت اور منفی اثرات بھی بتلایئے؟ پھر آپ اس کا نتیجہ نکالیں گے۔ اس طریقے کی بات چیت کا ماحول ہو تو ان شاء اللہ بچہ آپ کو اپنا دل دے دے گا۔psychiatrist کہتے ہیں کہ جتنا آپ بچے سے بات چیت کرتے رہیں گے اتنا ہی بچہ آپ کی بات سنتا جائے گا اور عمل کرتا جائے گا کیونکہ آپ نے بچہ کا دل جیت لیا ہے۔

ہمارا ماحول زبر ستی کا اسلوب اپناتا ہے میں نے کہہ دیا سو کہہ دیا، اس گھر میں صرف میری چلے گی ورنہ بوریا بستر لے کر باہر چلے جاؤ۔ اگر ایسا ہو تو بچہ کسی غلط فرقے یا کسی غلط جماعت اور صحبت کے ہتھے چڑھ جائے گا پھر بعد میں کف افسوس ملنے سے کیا ہو گا؟

اسی لیے ہمارا انداز حکیمانہ ہو، حکمت سے سمجھانے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کی بڑھتی عمر کا خیال رکھیں۔ چار سال کا بچہ ایک لفظ یاد کر سکتا ہے لہذا توحید، رسالت، آخرت، ایمان، احسان اور اسلام وغیرہ جیسی اصطلاحات (key word) ہم نے اس عمر کے حساب سے ہمارے نصاب میں شامل کیا ہے۔ علوم القرآن اور علوم الحدیث کی سات 7 کتابوں میں 500 سے زائد (key word) ہم نے جمع کئے ہیں۔ جتنا ہو سکے اتنی اصطلاحات بچوں کو یاد کروانا ہو گا کیونکہ جب وہ یاد ہو جاتے ہیں تو بعد میں بچہ اس کا ماہر ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض بچوں کو سَو سَو Cricketers کے

نام یاد ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم بچوں کو اس کھیل کے جزئیات کے ساتھ یہ سب کچھ بتلاتے ہیں مثلاً اسے gloves بتاتے ہیں، اسے bat، ball، stumps بتاتے اور سمجھاتے ہیں، اسے وکٹ wicket کیا ہوتا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہوتی ہے بتاتے ہیں، یہ بیٹسمین batsman ہے اور یہ بالر bowler ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ جان کر بچہ بہت زیادہ آگے بڑھ جاتا ہے لیکن جب بات آتی ہے اسلام کی تو بچہ کو نہ قرآن پتہ ہوتا نہ حدیث اور نہ دیگر دینی علم کی جزئیات کا اسے پتہ ہوتا ہے۔ بچہ (key word) جتنا زیادہ یاد کر سکتا ہے اسے یاد کروانا ہوگا اس کے بعد آپ اس کا معجزہ دیکھئے۔

چار سال کا بچہ one word آسانی سے یاد کر سکتا ہے۔ سات 7 سال کا بچہ 2،2 ورڈ یاد کر سکتا ہے آسانی کے ساتھ تو ایسی حالت میں بچہ کو دو 2 دو 2 ورڈ words کی احادیث آسانی سے یاد کروائی جاسکتی ہیں جیسے لا تغضب، لا تحاسدوا وغیرہ اس قسم کی بہت سی احادیث ہم نے ان کتابوں میں جمع کی ہیں۔

اسی طریقے سے آیات کتنی یاد دلانی چاہیے؟ لہٰذا age group کے حساب سے تعلیم دینی چاہیے جب بچہ 7th , 8th , 9th تک پہونچتا ہے تو یہ عمر ایسی ہے جس میں بچے کو definitions یاد کروائی جاتی ہیں جیسا کہ آج کل Schools میں یہ سوچ ہے کہ جتنے بھی فنون ہیں جیسے بائیو bio، کیمسٹری chemistry، سائنس Science اور فزکس Physics وغیرہ ان تمام کے definitions یاد کرائے جاتے ہیں تاکہ آگے چل کر بچے کے لیے کام آئیں۔ اسی طریقہ سے یہاں پر بھی توحید، ایمان اور اسلام کے تمام definitions اسے تفصیلی طور پر یاد کرائے جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی بچے کی عمر کا خیال رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دیا جائے، اگر بچہ دس سال کا ہو جائے پھر بھی نماز نہ پڑھے تو اسے ہلکی ضرب کی جائے (سنن أبو داود:495)۔

اسی حدیث کے پیشِ نظر شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ دس سال سے پہلے بچہ کو مارنا حرام ہے، یہ حرام کام کئی ماں باپ کر رہے ہیں اور بہت سارے کَر چکے ہیں۔ اسی طرح بن باز رحمہ اللہ نے بھی دس سال سے کم عمر کے بچہ کو مارنا حرام قرار دیا ہے۔ ہاں! مجبوری کے احکامات الگ ہیں

حدیث میں آیا ہوا ہے کہ لفظ ضرب کا ترجمہ آپ ہماری زبان میں مار سے نہیں کَر سکتے کیونکہ عربی زبان میں لوہار طاقت سے لوہے پر مارتا ہے تو بھی اسے ضرب کہتے ہیں اور سونار جو مارتا ہے اسے بھی ضرب کہتے ہیں۔ کم سے کم معنی جو تمام قواعد کے مطابق ہو تو شیخ نور محمد حفظہ اللہ نے نتیجہ بیان کیا کہ ایک انگلی سے ہلکی سی مَار ماری جائے اس سے بڑھ کر مشکل ہے گناہ ہو سکتا ہے یعنی بچے کے سامنے ناراضی کا اظہار ہے کہ فی الوقت مَیں ناراض ہوں، یہ بتلانا مقصود نہیں کہ میرے پاس طاقت کتنی ہے۔

تصور کیجئے کہ ہمارا معاشرہ اور والدین کمسن بچوں کو مار پیٹ کر ایک سنگین جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور یہی بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اسلام سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے ماں باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہے۔ اگر ہم اتنی محبت اسلامی احکامات کی روشنی میں اپنے بچوں کو دیں گے تو سارے مذاہب کے بچے ہمارے اسلام کی طرف دوڑ پڑیں گے ان شاء اللہ۔

ASK ISLAMPEDIA
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

4۔ چوتھا اصول:

لہذا چوتھا اصول یہ ہوا کہ تربیت کا انداز حکیمانہ ہو جابرانہ نہ ہو۔

5۔ پانچواں اصول:

پانچواں اصول بشیرًا و نذیرًا ہے۔ بعض ماں باپ بچوں سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ انہیں کسی بھی صورت ڈسپلن ہی نہیں سکھاتے ہیں نتیجتًا بچے بھٹک جاتے ہیں۔ بعض ماں باپ اتنی سختی کرتے ہیں کہ محبت ہی نہیں کرتے تو بھی بچے بھٹک جائیں گے۔

شیخ بن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ میں سب سے بہترین طریقہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ کبھی سختی اور کبھی نرمی۔۔! یعنی بشیرًا و نذیرًا کا طریقہ۔ یہی طریقہ نبیوں کا طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورہ سبا سورہ نمبر 34 اور آیت نمبر 28 میں فرمایا: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ" ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے"۔

کبھی پیار و محبت اور کبھی سختی اور تنبیہ کا طریقہ ہمیں اپنانا چاہیے، اس سے توازن پیدا ہو گا، افراط و تفریط سے بچتے ہوئے گھر میں اعتدال کی فضا ہموار ہو گی نیز بچے کے ذہن میں ماں باپ کی نرمی، محبت و شفقت سے محرومی کا احساس کبھی پیدا نہ ہو گا اور اس کے سامنے یہ بات بھی واضح رہے گی کہ کسی قسم کی غلطی پر باز پرس بھی ہو سکتی ہے اور ہلکی پھلکی سزاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے لہذا برائیوں سے دور رہنا ضروری ہے۔

6۔ چھٹا اصول:

چھٹا اصول ہے کہ بچے کو مجادلہ سکھائیں۔ جیسے ہم بچوں سے انعامات کا وعدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا کرو گے تو ہم تمہیں فلاں انعام دیں گے، پاس ہو جاؤ گے اور اچھے نمبر لے آؤ گے تو سائیکل دلائیں گے یا پکنک کو جائیں گے وغیرہ وغیرہ تو دینی تربیت میں بھی ہم ان سے اسی طرح کہیں۔ اگر بچہ چھوٹا ہو تو یہ کہیں بیٹا دیکھو! اگر تم سورہ مریم کہاں ہے قرآن میں ڈھونڈ کر لاؤ تو میں تمہیں فلاں انعام دوں گا اور اسی طرح اس کے گود میں کھلونے کی بجائے قرآن دے دی جائے، اگر بچہ تھوڑا بڑا ہے تو کہیں کہ قرآن مجید میں توحید کے بارے میں کہاں ہے ڈھونڈ کر لاؤ، اگر بچہ اور زیادہ بڑا ہو تو کہیں کہ بیٹا! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کس عمر میں شادی کی؟ کیونکہ بعض لوگ اس بارے میں اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب کیا ہونا چاہیے معلوم کر کے بتلاؤ؟ بچہ تھوڑا بہت پڑھ کر بتلانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن آپ اس کے متعلق مکمل معلومات جان کر رکھیں تاکہ اس کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دے سکیں۔

ایسا کرنا بہت ضروری ہے بچہ اسکول سے کالج جانے سے پہلے یا دوسرے الفاظ میں بچہ آزاد میڈیا کے ماحول میں جانے سے پہلے ان تمام اعتراضات کے جوابات سے لیس ہونا چاہیے کیونکہ آپ نے پہلی مرتبہ جو بیج ڈال دیا بچے کا نوخیز اور کچا ذہن اسے بہتر طور پر قبول کرے گا اور Follow کرے گا۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور کسی اور نے آپ سے پہلے آپ کے بچے کو محمد ﷺ سے متعلق غلط باتوں میں ڈال دیا تو یہ بچہ کسی بھی طریقہ پر جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں سورہ نحل سورہ نمبر 16 آیت نمبر 125 میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ" اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے"۔

اللہ تعالی نے فرمایا" اقیموا الصلاۃ وآتو الزکاۃ" یعنی اگر کوئی نماز قائم کر رہا ہے لیکن زکوٰۃ نہیں دے رہا ہے تو آپ اس سے کہیں گے کہ یہ عمل غلط ہے گویا کہ آپ نے یہ آیت آدھی پڑھی ہے۔ اسی طرح مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں دو حکم دئے ہیں ایک حکم ہے "ادعوا" اور دوسرا حکم ہے "جادلھم" پہلے حکم کا معنی ہے کہ اسلام پیش کرنا present Islam جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث میں بیان کیا گیا ہے اور دوسرا حکم ہے "جادلھم" جس کا مطلب ہے کہ اسلام کے متعلق سوالات کئے جائیں تو جوابات دئے جائیں۔

آپ ایسی تربیت کریں کہ آپ کا بچہ جواب دینے کے قابل ہو جائے ورنہ بچہ ڈھیر ہو جائے گا یا احساس کمتری کا شکار ہو جائے گا یا پھر جذبات میں آکر دہشت پسند ہو جائے گا کیونکہ آپ نے اسے کچھ سکھایا ہی نہیں۔ اِس کے بجائے آپ اپنے بچہ سے علمی طور پر اکیڈمی لیول ACADEMIC LEVEL پر بحث اور بات چیت کریں پھر آپ کا بچہ جہاں جائے گا وہاں سے متاثر ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ دوسروں کو متاثر کرے گا اور بعض کو اسلام کی طرف بھی راغب اور مائل کرے گا۔

7۔ساتواں اصول:

ساتواں اصول ہے کہ بچوں کی فکری Intellectual تربیت ہونی چاہیے۔ اکثر ماں باپ بچوں کی فکری تربیت Intellectual Training نہیں کرتے۔ فکری تربیت نہایت ضروری ہے اگر آپ صرف بچوں کو علم دے رہے ہیں یا انہیں آپ عمل کی ترغیب دے رہے ہیں تو آپ کے پاس انٹلکچول پروگرام Intellectual Training بھی ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر بچے کو آپ مسجد لاتے ہیں، اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور بظاہر صرف بچے کی نماز دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسجد کوئی GYM ہے؟ کیا آپ نے کبھی خیال کیا کہ بچہ نماز کے ارکان اور ingredients کو سمجھ رہا ہے یا نہیں؟ آج کل جب کبھی مارکیٹ میں کوئی نیا product آتا ہے تو ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ میرا بچہ بڑا تیز ہے کہ اس Product کی ساری تفصیلات اور ingredients جانتا ہے چلیے! بہت اچھا ہے لیکن کیا کبھی آپ نے آپ کے بچے کو نماز کے ingredients سے متعلق معلومات فراہم کی ہیں؟ نماز میں "التحیات" کا معنی معلوم ہے؟ نماز میں پڑھی جانے والی دعائیں جیسے درودِ ابراھیم، تشہد کی دعائیں، تکبیرات اور اذان وغیرہ کا مطلب و معنی معلوم ہے؟ یا پھر وضوء کرتے وقت کیا یہ نیت کی ہے کہ میں اب جو نماز پڑھنے جا رہا ہوں دراصل میں میرے رب سے بات چیت کرنے جا رہا ہوں۔ یہ سب کچھ معلوم ہو تو بچے کی نماز میں خشوع و خضوع آئے گا۔

بچے کی تربیت ایسی ہی کی جائے جیسے حضرتِ لقمان علیہ السلام نے اپنے بچے کی تربیت کی تھی۔ سورہ لقمان سورہ نمبر 31 آیت نمبر 14 سے لے کر 20 تک پڑھیے، اسی سورۃ کی آیت نمبر 16 میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ

مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ "پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے"۔

یہ دیکھئے! فکری تربیت ہو رہی ہے لیکن آج کل رٹّو ازم چل رہا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر چیز صرف رَٹا رہے ہیں۔ یعنی چند سورتیں رَٹا دیں اسلام کی چند تعلیمات اور نماز کا ایک طریقہ رَٹا دیں اور چند دعائیں رَٹا دیں بَس۔ سوال یہ ہے کہ بچے یہ سب کب سمجھیں گے؟ اگر ہم بچے کو یہ سب سمجھائیں گے تو بچے کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دینا ہے۔

8۔آٹھواں اصول:

آٹھواں اصول متقی بالعلم ہونا ضروری ہے صرف متقی بالعمل ہونا کافی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کوئی حج کر کے واپس آیا اور متقی بن گیا اور نمازوں وغیرہ کی پابندی کرنے لگا، لوگ دیکھ کر کہنے لگے کہ بھائی! ماشاء اللہ نمازی اور پرہیز گار بن گئے ہیں تو آدمی کہتا ہے کہ الحمد للہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس حج کے بعد سُدھر جاؤں گا لیکن کوئی یہ کہتا ہے کہ بھائی فلاں آدمی کو دیکھو! وہ بغیر نماز پڑھے ہی ترقی کَر رہا ہے تو وہ آدمی اس کے بَہکاوے میں آکر نماز چھوڑ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ آدمی صرف عمل کا متقی بنا تھا علم کا متقی نہیں بنا۔

اگر قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ علم پہلے ہے عمل بعد میں

جیسا کہ "الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات" اس آیت میں پہلے ایمان و علم کی بات ہے بعد میں عمل کی بات کی گئی ہے۔ آج کل بعض لوگ عجیب و غریب دعا مانگتے ہیں جیسے یہ دعا "اے اللہ! ہمیں سننے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے" یہ دعا صحیح اسلامی سمجھ سے بعید ہے۔ دعا ایسی ہونے چاہیے "اے اللہ! علم دے اور عمل دے"۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک باب اس نام سے باندھا کہ "باب العلم قبل القول و العمل" یعنی کچھ بھی بولنے اور کرنے سے پہلے علم ضروری ہے۔ پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔

Follow the Sequential orderیعنی پہلے علم، عمل، دعوت اور پھر صبر یہ ترتیب ہے۔ اگر پہلے ہی میدانِ دعوت میں اُتر گئے اور علم نہیں ہے تو بیکار ہے و یا علم ہے لیکن عمل نہیں اور دعوت نہیں ہے تو بھی بیکار ہے۔ یہ چار چیزیں علم، عمل، دعوت اور پھر صبر ترتیب سے اگر مل کر آتی ہیں تو تربیت بہترین ہوتی ہے۔

9۔نواں اصول:

نواں اصول (چھوٹے ضدی بچے) کو سمجھانا۔ مثال کے طور پر بعض بچے پانی کا نَل کھول کر آجاتے ہیں اور پورا پانی ختم ہو جاتا ہے اور آپ غصے میں آکر اسے مارتے ہیں، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ضدی ہوتا ہے اور وہ پھر جا کر نَل کھول سکتا ہے۔ بچہ کو دیکھیں کہ اسے پانی بہانے کا شوق ہے تو اس شوق کا اسے متبادل Alternative طریقہ بتلائیں۔ اور اسے اس متبادل طریقہ میں مشغول کریں۔ مارنے اور توڑنے سے بچہ اور ضدی ہو جاتا ہے۔

Psychiatrists کہتے ہیں کہ بچہ اس وقت ضدی بن جاتا ہے جب آپ اسے ایک ہی دن میں کئی ایک ٹارگٹ دے دیتے ہیں، اور بچہ انہیں کر نہیں پاتا اس لیے غصے میں آکر ضدی بن جاتا ہے اور آپ کے خلاف ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات آپ جو بولتے ہیں اسے وہ سمجھ نہیں پاتا نتیجتاً آپ کچھ کہتے ہیں اور وہ کچھ اور کرتا ہے۔ لہذا بچے کو سمجھانے کے لیے ہمیں اس کو سمجھنا پڑے گا اور اس کی ذہنی سطح اور لیول پر اُتر کر اس کے ساتھ برتاؤ کرنا ہوگا۔ بچے کو بچہ بن کر سمجھانا چاہیے، بڑوں کو جس طریقہ سے فاسٹ آرڈر دیتے ہیں وہ طریقہ بچوں پر کارگر نہیں ہو سکتا۔

مثال کے طور پر بچے کو اُچھل کود کرنے کا شوق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں Extra Energy ہے جسے وہ اچھل کود کے ذریعے یا دیگر Activities کے ذریعے باہر نکالنا چاہتا ہے، ایسے بچے کو آپ پُرانا یا فالتو گدّا لا کر دے دیں اور کہیں کہ اس پر اُچھل کود کریں کیونکہ اس کی نشوونما اور growth کے لیے کھیل کود بھی بہت ضروری ہے۔ یا پھر کسی میدان یا اسپورٹس کلب sports club میں شریک کروا دیں جہاں پر بچوں کے کھیلنے کا اچھا انتظام ہو۔ یا پھر بعض بچوں کو پانی بَہانے کا شوق ہوتا ہے تو اس کے لیے آپ کچھ پودے لا کر دیں اور کہیں کہ بیٹا! یہاں پر پانی بَہاؤ کہ روزانہ کچھ فائدہ تو ہوگا، بچہ خوشی سے یہ کام کرے گا۔

اور یہ دعا کرتے رہیں "رب هب لي من الصالحين" بچہ جن چیزوں سے ضد میں آرہا ہے ان چیزوں کو دور کیجئے۔ یہ تصور و اعتقاد بھی رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے یہ نہیں کہ یہ میرا بچہ ہے میں جیسے چاہے مار کر سیدھا کروں گا، ہرگز نہیں! آپ کا بچہ اللہ کا ایک بندہ ہے اور نبی ﷺ کا ایک امتی بھی ہے۔ آج ہم اسے ماریں گے تو 20 سال

کے بعد بھی بچہ یاد رکھے گا کہ میرے ماں باپ نے مجھے ذلیل کیا تھا۔ بچوں کو کبھی ذلیل نہیں کرنا چاہیے۔

10۔دسواں اصول:

دسواں اصول ہے عمر میں بڑے اور ضدی بچوں کو سمجھانا۔ بعض بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو گھر میں بوجھ بن جاتے ہیں، ماں باپ سے ناراض رہتے ہیں اور ان کے حقوق بھی ادا نہیں کَرتے ہیں کیونکہ آپ نے کچھ نہ کچھ زبردستی ان سے مَنوایا ہو گا جس کی وجہ سے وہ ضد میں آکر نافرمان ہو گیا ہے۔ اس عمر میں ان سے مَنوانا نہیں ہے بلکہ ان سے بحث اور بات چیت DISCUSSION کرنا چاہیے۔ ایک بڑے آدمی سے بات کرنے کی طرح بات چیت کریں اور ڈیل کریں۔ مثال کے طور پر پوچھیں کہ بیٹا! آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کیوں ایسا کرنا چاہ رہے ہیں؟ تین کالم بنائیے اور کہیے کہ آپ کے پلان کے positive کیا ہیں؟ اور negatives کیا ہیں؟ پھر اس کا نتیجہ کیا ہے؟

ضِد دور کرنے کی ایک دعا بھی ہے سورہ احقاف سورہ نمبر 46 آیت نمبر 15 میں یہ دعا ہے: " رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ" اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تونے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد کو بھی صالح بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں"۔

یہاں پر ہم اللہ سے توفیق طلب کر رہے ہیں کہ ہم نیک عمل کر کے کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں بلکہ یہ عمل بھی تو اللہ کی توفیق تھی، اگر توفیق نہ ہوتی تو میرے دل میں نیک عمل کا خیال بھی نہیں آتا۔ آیت کا یہ حصہ " وَأَصۡلِحۡ لِي فِي ذُرِّيَّتِي" اے اللہ! میرے بچہ کو صالح اور صلاحیت والا بنا دے "بار بار پڑھئے۔

(وَأَصۡلِحۡ) بڑا جامع لفظ ہے یہ وہی لفظ ہے جو امام مہدی کے لیے آیا ہے کہ "يُصۡلِحُه اللهُ في لَيلَةٍ"(صحیح الجامع:6735)ایک رات میں اللہ تعالیٰ انہیں صالحیت اور صلاحیت دونوں عطا کرے گا اور دنیوی اور دینی اعتبار سے Eligible بنا دے گا، ایک رات میں اللہ تعالی امام مہدی کو ساری دنیا سنبھالنے اور کنٹرول کرنے کا POWER عطا کرے گا اور ایک دن پہلے ان کے پاس اتنی صلاحیت نہ ہو گی لیکن ایک رات میں اللہ تعالیٰ وہ صلاحیت عطا کرے گا۔

بعض لوگوں کے بارے میں آپ نے سنا ہو گا کہ بس کوئی ایک واقعہ یا کوئی ایک نصیحت یا کوئی دینی بیان ان کی زندگی میں انقلاب کا ذریعہ بن گیا اور وہ سیدھے راستے پر آ گئے۔ فیصلہ لینے کا وقت صرف دس 10 سیکنڈ کا ہوتا ہے بچہ بھی وہ فیصلہ لے لے تو لے چکا ہو گا ورنہ نہیں! چاہے فیصلہ اچھا ہو یا بُرا لیکن اس اچھے فیصلے کے لیے دعا کرنی پڑتی ہے کہ اے اللہ! میرے بچوں کی اصلاح کر دے۔ علمائے کرام کہتے ہیں اس دعا میں اتنا پاور ہے کہ ضدی سے ضدی بچہ آپ کے مطابق ہو جائے گا اور شریعت کے مطابق ہو جائے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بچوں کو ان تمام اصولوں کو سامنے رکھ کر ہر باطل کا مقابلہ کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔

آمین!

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

www.abmqurannotes.com | www.askislampedia.com | www.askmadani.com

Shaik Dr. Arshad Basheer Umari Madani
Hafiz, Alim, Fazil (Madina University, K.S.A), M.B.A.;
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyderabad, TS, INDIA.
+91 92906 21633 (WhatsApp only)